علماء اور عام امتِ مسلمہ سے خطاب

اے لوگو! جنہوں نے اپنا نام "علماء" رکھ چھوڑا ہے، تم یونانیوں کے علوم میں ڈوبے ہوئے ہو، اور صرف و نحو و معانی میں غرق ہو اور سمجھتے ہو کہ یہی علم ہے ـــ یاد رکھو! علم یا تو قرآن کی کسی آیت محکم کا نام ہے یا سنّت ثابتہ قائمہ کا۔ جن علوم کی حیثیت صرف ذرائع اور آلات کی ہے (مثلاً صرف و نحو وغیرہ) تو ان کی حیثیت آلہ اور ذریعہ ہی رہنے دو، نہ کہ خود ان ہی کو مستقل علم بنا بیٹھو، علم کا پڑھنا تو اس لئے واجب ہے کہ اس کو سیکھ کر مسلمانوں کی بستی میں اسلامی شعائر کو رواج دو لیکن تم نے دینی شعائر اور اس کے احکام تو پھیلائے نہیں اور لوگوں کو زائد از ضرورت باتوں کا مشورہ دے رہے ہو۔!

آدم کے بچّو! دیکھو تمہارے اخلاق سو چکے ہیں، تم پر بے جا حرص و آرزو کا ہوّا سوار ہو گیا ہے۔ تم پر شیطان نے قابو پا لیا ہے، عورتیں مردوں کے سر چڑھ گئی ہیں اور مرد عورتوں کے حقوق برباد کر رہے ہیں، حرام کو تم نے اپنے لئے شعار بنا لیا ہے اور حلال تمہارے لئے بدمزہ ہو چکا ہے۔

دیکھو! اپنے مصارف، وضع قطع میں تکلّف سے کام نہ لیا کرو، اسی قدر خرچ کرو جس کی تم میں سکت ہو، غریبوں اور مسکینوں کا خیال رکھو، تم میں کچھ لوگ ہیں جو دنیا کماتے ہیں اور اپنے دھندوں میں اتنے پھنس گئے ہیں کہ نماز کا (باقی ۱۴ پر)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مرویاتِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۶) محمد سعید الرحمٰن علوی

عَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه واصحابه وسلم مَنْ اَحَبَّ الْاَنْصَارَ فَبِحُبِّي اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَ الْاَنْصَارَ فَبِبُغْضِي اَبْغَضَهُمْ (کنز العمال ص۹ ج۱۳)

حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کی صحبت و معیت اور رفاقت اختیار کرنے والے حضرات کو "صحابہ" کہا جاتا ہے اصحاب بھی انہی کو کہتے ہیں اور عام بول چال میں جسے "صحابی" کہا جاتا ہے وہ اصحاب کا صیغہ مفرد ہے۔ اس سعادت مآب اور صاحب عزو وقار طبقہ کی بنیادی تقسیم اس طرح ہے کہ ایک حصے کو "مہاجرین" دوسرے کو "انصار" کہا جاتا ہے۔ قرآن میں جابجا ان دونوں طبقات کا ذکر ہے سورۂ توبہ کی آیت وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں ہے مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ ——— اور آگے ارشاد ہے۔ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ۔ ان تین طبقات جن میں دو صحابہ شامل ہیں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ

اسی طرح سورۂ حشر میں ایثار کی جس خوبی اور صفت کا ذکر ہے۔ وہ انہی حضرات انصار کے سلسلہ میں بیان کی گئی ہے ——— ایثار کا معنی ہے دوسرے کو اپنے آپ پر ترجیح دینا۔ انصار کے ایک فرد نے رسول کریم علیہ السلام کے مہمان کو گھر میں اس حال میں کھانا کھلایا کہ خود سارا گھر بھوکا رہا۔ لیکن رسالت مآبؐ کے مہمان کی خدمت کی۔ یہ ادا حضرت حق کو ایسی پسند آئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ کو قرآن میں بیان کرکے لازوال حیثیت دے دی ———
انصار نے سرکار دو عالم علیہ السلام اور آپؐ کے لٹے پٹے رفقاء "مہاجرین" کی جس طرح خدمت کی اس کی مثال تاریخ عالم کے صفحات میں مشکل سے ملے گی۔ ۱۳ برس کی دعوت و تبلیغ کے بعد ایسا محسوس ہوا کہ یہ زمین ابھی تک اہل اسلام کے لئے تنگ ہے ادھر "یثرب" جسے بعد میں مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ واصحابہ وسلم کہا گیا اس کے باسیوں کے دل اللہ تعالےٰ نے ایمان و اسلام کے لئے کھول دئے۔ یہ لوگ آگے بڑھے حضور

علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر اسلام قبول کیا نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ حضور علیہ السلام کو دعوت دے دی کہ آپؐ ہمارے یہاں قدم رنجہ فرمائیں۔ اندازہ کریں، یہ کتنی بڑی بات تھی۔ اس دور میں اور اس وقت میں جب اسلام کی بات کہنا آگ کے انگاروں پر لوٹنے کے مترادف تھا اس وفاکیش طبقہ نے ہر قسم کے عواقب اور نتائج سے بے نیاز ہو کر اس قدسی صفت انسان کو اپنے یہاں کی دعوت دے دی یہ دعوت کتنی مخلصانہ تھی کہ اللہ کے رسولؐ نے اس کو قبول کیا اور جانتے ہو کہ اس کا قبول کرنا درحقیقت خود باری تعالےٰ کا قبول کرنا تھا۔ پھر انتہائی المناک حالات میں اللہ کا رسولؐ اپنے سب سے زیادہ مخلص و جانثار رفیق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ساتھ لے کر مکہ سے نکلے۔ راستہ کی صعوبتیں برداشت کیں دکھ اٹھائے تکلیفیں سہیں۔ اللہ کی ان گنت رحمتیں ہوں حضرت صدیقؓ اور ان کے اہل خانہ پر جنہوں نے خدمت کے لئے سب کچھ داؤ پر

(باقی ۱۲ پر)

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۲۶ ❖ شمارہ ۳۸
۱۳ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ ❖ ۲۰ رمارچ ۱۹۸۱ء

اس شمارہ میں

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم
مولوی محمد اجمل قادری
مدیر
محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک	سالانہ -/۶۰، ششماہی -/۳۰
	سہ ماہی -/۱۵، فی پرچہ ۱/۵۰

اداریہ

چمن بچاؤ

ملک کے حالات پر کیا اظہار رائے کیا جائے؟ بحران کی سی کیفیت ہے۔ پی آئی اے کے طیارہ کے اغوا کے بعد صورتِ حال تشویشناک ہو گئی ہے۔ "ہائی جیکرز" کون ہیں اور کون نہیں، اس کے متعلق جتنے منہ اتنی باتیں! یہ فعل ازحد گھناؤنا ہے اور کوئی باشعور انسان اس بات کو کسی طرح پسند نہیں کر سکتا کہ بے گناہ مسافروں کو پریشان کیا جائے اور انہیں ذہنی اذیت میں مبتلا کیا جائے۔ سوچیں کہ ان غریب مسافروں پر کیا گذر رہی ہوگی جنہوں نے جلد از جلد منزل پر پہنچنے کے لئے اس انتہائی مہنگے سفر کو اختیار کیا لیکن قضا و قدر نے انہیں ایک ابتلا کی نذر کر دیا۔ وہ کئی دن کابل کے ہوائی اڈے پر رہے۔ وہاں ان کا ایک ساتھی طارق رحیم گولی کا نشانہ بنا دیا گیا ——— طارق کو گولی کا نشانہ کیوں بنایا گیا؟ اس پر ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تاہم ہے یہ سنگین جرم! اسلامی نقطۂ نظر سے، انسانی نقطۂ نظر سے، اخلاقی نقطۂ نظر سے، وہ بے چارہ اپنے باپ کی موت کے سلسلہ میں گھر آیا اور اپنے سفر پر واپسی سے پہلے ہی موت کا شکار ہو گیا۔ اس کے اعزہ پر کیا گذری ہو گی؟ اس کی اہلیہ اور بچوں کا کیا حال ہوا ہوگا؟ یہ بڑا ہی المناک پہلو ہے، ہائی جیکرز کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ان کا یہ جرم ناقابل تلافی ہے دنیا میں اگر کسی وجہ سے بچ بھی گئے تو داورِ محشر کی عدالت میں انہیں اس کا جو خمیازہ بھگتنا پڑے گا اس کا تصوّر بھی آسان نہیں۔

جنرل صاحب نے کابینہ - - - - - - - - - - - - -

بنا دی ہے بیس وزراء، تین
وزرائے مملکت اور دس مشیر! ×
ان چہروں میں نئے بھی ہیں پرانے
بھی،

زندگی بے بندگی شرمندگی!

نئے چہروں میں غیر متوقع
چہروں کی کثرت معلوم ہوتی ہے
جو افراد اور جماعتیں اس سلسلے
میں اسلام آباد آنے جانے کے چکر
میں پڑی ہوئی تھیں ان کو محرومی کا
صدمہ کیوں سہنا پڑا؟ اس کی وجہ
نا معلوم! ہم نے اسلام آباد سے
واپس آنے والے بعض حضرات کو
دیکھا تھا ان کی کیفیت دیدنی تھی
ان وزراء کو کس حد تک اختیار
حاصل ہوں گے اس کا فیصلہ آنے
والا وقت کرے گا۔ اگر کالعدم قومی
اتحاد کے وزراء کی طرح یہ بھی محض
وزیر ہوئے تو صورت حال مزید ابتر
ہوگی۔ ان وزراء کو خیال کرنا چاہیئے
کہ انہوں نے بڑے نازک ماحول
میں ذمہ داریاں سنبھالی ہیں۔ انہیں
صدر صاحب نے چار نکاتی پروگرام
سے ترجیحاً مطلع کیا ہے —— یعنی
معاشرے کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ
کرنے کے لیے کام کی رفتار تیز کرنا،
ملک میں جمہوریت کی بحالی کے
لئے سازگار حالات پیدا کرنا، اقتصادی
بحالی کے عمل کو جاری رکھنا، عوام
کی مشکلات دور کرنا —— اس نوع

کی باتیں پہلے بھی کہی گئیں —— یہ
سوال بجا ہوگا کہ اب تک کیا ہوا؟
- - - - - - - - حکومتی
سطح پر جو ہو رہا ہے وہ اپنی
جگہ، اس ملک کے خواص یعنی علماء
اور مشائخ کا طرزِ عمل بھی لوگوں
کی پریشانیوں کا موجب بن رہا
ہے ×

> "افسوس ہے تجھ پر کہ تو ظاہر
> میں اپنے عبادت خانہ میں بیٹھا ہے اور
> تیرا دل لوگوں کے گھروں میں سیر کر
> رہا ہے اور اُن کے آنے کے لئے
> منتظر رہتا ہے کہ وہ تیری طرف
> ہدیے اور تحفے لاویں"۔
> (نصائح غوث الاعظمؒ)

ہیں نارنگ منڈی اور اس
کے گرد و نواح میں ہونے والے واقعات
سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔ آگ کے
بگولے، زلزلہ، طوفان اور نصف
کلو وزن کے اولے —— قیامت اور
کس چیز کا نام ہے —— ہمارا دل
اس سانحہ کا شکار ہونے والے
حضرات کے لئے رو رہا ہے، آنکھیں
کے آنسو بہا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس
حادثہ میں کام آنے والوں کو اپنی
رحمتوں سے نوازے، شہادت کی موت
کا اجر دے اور بچ جانے والوں
کا حامی و ناصر ہو۔ لیکن یہ کہنا
غلط نہیں کہ یہ تنبیہ ہے خدا کی

طرف سے شدید اور سخت، اے
- - - - - جماعتِ علماء و صلحاء
اللہ سے ڈرو، اپنی ذمہ داریوں کو
محسوس کرو اور دیکھو کہ تمہارے
اقدامات کے نتائج کیا مرتب ہو رہے
ہیں، اپنا قبلہ درست کرو، نیّت کی
اصلاح اور اعمال کی درستگی کی فکر
کرو ورنہ اس زمین کا زیر و زبر کر دینا
اللہ تعالیٰ کے لئے مشکل نہیں ——
ملک و قوم کے جو تم سے تقاضے
ہیں انہیں پورا کرو، ورنہ انجام
سر پر ہے۔

مردم شماری اور قادیانی حضرات

یکم مارچ سے مردم شماری
شروع ہے ظاہر ہے اس کا مقصد
محض افراد کی گنتی نہیں اس پر بڑے
نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ فارم میں
مذاہب کا خانہ ہے جس میں مسلم
الگ ہے "احمدی" الگ - - - -
- - - لیکن مرزائی
ہیڈ آف دی سٹیٹ کے حکم کے
مطابق وہ سب اپنے کو مسلمان
لکھوا رہے ہیں۔ عملہ ان کے کہنے
کے مطابق "قانوناً" ایسا لکھنے پر مجبور
ہے۔ عالم بالا تک لوگ گئے کسی
نے فریاد نہ سنی۔ کہا جاتا ہے کہ
تحقیق کر کے سزائیں دی جا سکتی ہیں
جو غالباً ۶ ماہ قید یا کچھ جرمانہ ہے۔
اس سزا سے کیا ہوگا؟

(باقی ۱۲ پر)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

صحابہ کرامؓ کے خصائل

از شیخ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم

بعد الحمد والصلوٰۃ:۔
اعوذ باللہ من الشیطٰن
الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن
الرحیم:
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ
مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔

محترم حضرات! سرورِ کائنات
علیہ السلام کے فرائضِ نبوّت میں
"تزکیہ" بھی شامل تھا۔ جیسا کہ
قرآن کریم کی سورۂ آل عمران اور
سورۂ جمعہ وغیرہ کی آیات میں موجود
ہے۔ حضور علیہ السلام نے بڑے
کٹھن حالات اور شدید گھٹن کے
ماحول میں ہدایت کی مشعل فروزاں
کی اور آپ کی حسنِ تربیت سے
انسانیت کے ایسے ایسے نمونے تیار
کئے جن کی ایمانی پختگی، عبادت میں
انہماک اور اخلاق کی برتری کا آج
چار سو چرچا ہے۔ ہر مسلمان نبوی

> روحِ آزادی کو زنجیروں میں رکھ سکتا ہے کون
> خلد میں بھی کی گئی آدمؑ کی نگرانی بہت!

خانقاہ کے ان سالکوں، مریدوں اور
عقیدت مندوں کے حسنِ کردار کا نہ
صرف معترف ہے بلکہ انہیں اپنے
رسولِ برحق علیہ السلام کے ارشاد کی
روشنی میں آسمانِ ہدایت کے روشن
ستارے سمجھتا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ
نے اپنے آخری پیغمبر علیہ السلام کی
رسالت و نبوت کے ساتھ ان کے
رفقاء کی دو خوبیوں کا بطور خاص
ذکر کیا ہے ایک "اشداء علی الکفار"
دوسری "رحماء بینہم"۔ اگر اس آیت کا
مفہوم شعر کی زبان میں بیان کیا جائے
تو اس شعر کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مسلماں

صحابہ علیہم الرضوان کا عمل و کردار
اس آیت کا صحیح مصداق ہے اور آپس
میں جتنے رحم دل تھے اہل کفر و نفاق
پر اتنے ہی سخت! اور یہ عین ایمان و
اسلام ہے۔ اہل کفر و نفاق اور انسانیت
کے ہر طبقہ بلکہ حیوانات تک کے ساتھ

مروت و انسانی اخلاق کا برتاؤ تو
اسلام نے سکھایا ہے اور نہ صرف
سکھایا ہے بلکہ اس پر زور دیا ہے
لیکن عقیدہ و ایمان کی پختگی کار دیگر ہے
اور اسلام اس بات کی اجازت نہیں
دیتا کہ اس معاملہ میں مداہنت کی جائے
یا ایسا رویّہ اختیار کیا جائے جس سے
کفر کو ہم پر ہنسنے کا موقعہ ملے۔ اس
پر ہماری کوئی کمزوری ظاہر ہو یا وہ
ہمارے قومی رازوں سے واقف ہو کر
ہمارے نقصان کا ذریعہ بنے۔

صحابہ علیہم الرضوان کو آپ
دیکھیں غزوۂ تبوک کے موقع پر جو
تین حضرات پیچھے رہ گئے تھے ان
میں حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بھی ہیں۔ ان تینوں حضرات کو
مقاطعہ کے سخت ترین دور سے گذرنا
پڑا۔ رومی شہنشاہی نے اس دوران
ان سے رابطہ قائم کر کے انہیں اپنی
طرف لانا چاہا لیکن حضرت کعب
نے اس کا خط ریزہ ریزہ کر کے
پاؤں تلے مسل دیا۔ اور یہ سب
کچھ اس کے نمائندے کے سامنے

(باقی ۹ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

نظر فریب تمدّنی ترقّی کی اللہ کے یہاں کوئی حقیقت نہیں

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبَید اللہ انور مدّ ظلہم ○

بعد الحمد والصلوٰۃ :

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ ..... وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى -

(صدق اللہ العلی العظیم)

محترم حضرات ! سورۂ طٰہٰ کی دو آیتیں آپ کے سامنے تلاوت کی گئی ہیں ۔ پہلے ترجمہ ملاحظہ فرمائیں ۔

"اور تو اپنی نظر ان چیزوں کی طرف نہ دوڑا جو ہم نے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیاوی زندگی کی رونق کے سامان دے رکھے ہیں تاکہ ہم انہیں اس میں آزمائیں اور تیرے رب کا رزق بہتر اور دیرپا ہے — اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کر اور خود بھی اس پر قائم رہ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے ، ہم تجھے روزی دیتے ہیں اور پرہیزگاری کا انجام اچھا ہے ۔"

(حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

سورۃ کے مضامین

اس سورۃ کا بڑا حصّہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور فرعون کے واقعات پر مشتمل ہے ۔ فرعون جتنا خود سر بادشاہ تھا اس سے عام لوگ واقف ہیں — قرآن کریم نے اس کا مقولہ نقل کیا ہے ۔ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (نازعات : ۲۴) "پھر کہا کہ مَیں تمہارا سب سے برتر رب ہوں ۔" دعوی ربوبیت کے چکر میں اس نے کیا کچھ ظلم نہیں ڈھائے ۔ قرآن کی تصریحات ہیں کہ اس نے ہزاروں بچوں کو ذبح کرا دیا محض اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام سے نجات حاصل ہو — لیکن اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بچانا تھا بچایا ۔ ان کی تربیت فرعون کے گھر ہوئی ۔ موسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے انہوں نے معاشرہ میں فرعون کے ظلم و ستم کو دیکھا ۔ مظلوم کی حمایت کے لئے آگے بڑھے اسی میں ان کے قتل کے منصوبے بننے لگے تا آنکہ وہ مصر سے نکل کر مدین تشریف لے گئے ۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں تسلّی دلائی ۔ دس برس وہاں رہ کر وہ واپس پلٹے اور انہیں نبوّت سے سرفراز کیا گیا ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا گیا کہ آپ فرعون کے پاس جائیں اِنَّهٗ طَغٰى (وہ سرکش ہو گیا ہے) اس کی نصیحت اور ڈر کی غرض سے "قول لیّن" کی ہدایت کی گئی کہ نرمی سے بات کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی زیادتی اور ظلم کے سلسلہ میں عرض کیا تو ارشاد ہوا لَا تَخَافَا اِنَّنِيْ مَعَكُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰى (طٰہٰ ۴۶) (ڈرو مت ، مَیں تمہارے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہوں) حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے اسے سمجھایا بجھایا وہ اپنی نالائقی اور بدبختی کے سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رب کائنات کے متعلق الجھنے لگا اور سوال کرنے لگا کہ تمہارا رب ہے کون ؟— حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ۔ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (۵۰) "ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت عطا کی پھر راہ دکھائی ۔" (حضرت لاہوریؒ کا حاشیہ ص ۵۰۰)

بات مزید آگے بڑھی ۔ جادوگروں سے مقابلہ ٹھہرا ۔ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو غلبہ عطا فرمایا — جادوگروں پر راہِ ہدایت وا ہو گئی وہ ایمان لے آئے تو فرعون نے انہیں ڈرایا دھمکایا لیکن ایمان کی حقیقت ان کے قلوب میں رچ بس گئی ۔ وہ فرعون کو آنکھ دکھانے لگے اور کہا : (محض ترجمہ ملاحظہ فرمائیں) ۔

"کہا ہم تجھے ہرگز ترجیح نہ دیں گے ان کی کھلی ہوئی نشانیوں کے مقابلہ میں جو ہمارے پاس آ چکی ہیں اور نہ اس کے مقابلہ میں جس نے ہمیں پیدا کیا ہے سو تُو کر گزر جو تجھے کرنا ہے ، تُو صرف اس دنیا کی زندگی پر حکم چلا سکتا ہے ۔ بے شک ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں تاکہ ہمارے گناہ معاف کرے اور جو تُو نے ہم سے زبردستی جادو کرایا اور اللہ بہتر اور سدا باقی رہنے والا ہے ۔" (حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

اس کے بعد پھر طور کے سفر اور توریت کے ملنے کا ذکر ہے اور ان کے پیچھے قوم نے بچھڑے کی جس طرح پوجا کی اس گمراہی اور ضلالت کو اللہ تعالےٰ نے بیان کیا — موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لائے تو انہوں نے جس طرح "سامری فتنے" کو دبایا اس کو قرآن حکیم نے بیان کیا ہے — اسی واقعہ کے اختتام پر ہے :—

اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا - (طٰہٰ ۹۸)

تمہارا معبود ہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ، اس کے علم میں سب چیز سما گئی ہے ۔" (حضرت لاہوریؒ)

اس کے بعد اللہ رب العزت فرماتے ہیں :۔

"ہم اسی طرح سے تجھے گذشتہ لوگوں کی کچھ خبریں سناتے ہیں اور ہم نے تجھے اپنے ہاں سے ایک نصیحت نامہ دیا ہے ۔"

اس "نصیحت نامہ" کے ذریعہ اللہ رب العزت نے ہدایت کا تمام سامان فراہم کیا ۔ درمیان میں کسی قدر قیامت اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کا مختصر تذکرہ ہے ۔ ہبوط آدم کے متعلق جو بنیادی نصیحت ہے اس کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ "جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہو گی اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے ۔" اس نوع کی نصیحتیں ، تہدیدیں بیان کی گئیں — اور اس کے بعد وہ آیات ہیں جن کو آپ نے ترجمہ سمیت ابتداء میں ملاحظہ فرمایا ۔

مادیت و روحانیت

ساری سورۃ کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ ایک طرف مادیت ہے جو اپنے پورے غرور و تمکنت کے ساتھ موجود ہے ، جاہ و جلال ہے ، شیطنت ہے ، فتنہ انگیزی ہے ۔ انسانیت پر ظلم ہے زیادتی ہے ۔ دوسری طرف محض ایک موسیٰ علیہ السلام ہیں ۔ یا ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون علیہ السلام ۔ کس مپرسی ، غربت سب کچھ ہے لیکن ان کی پشت پر صداقت ہے ۔ زندگی کا واضح مقصد ہے ، ایک مشن ان کے پیشِ نظر ہے ۔ اس مشن اور مقصد کے لئے وہ اعتماد علی اللہ کی دولت سے آگے بڑھتے ہیں تو تمدن کی فریب کاریوں کا شکار لوگ غرق ہو کر رہ جاتے ہیں اور صداقت و روحانیت کامیاب ہوتی ہے — اسی پس منظر میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ۔ دنیاوی مال و متاع کی طرف نظر نہ دوڑائیں اللہ کی عبادت و بندگی کا سلسلہ قائم رکھیں — حضرتؒ ان آیات پر فرماتے ہیں :۔

"اور دنیا کا ساز و سامان جو انہیں ملا ہوا ہے اس کا خیال نہ کریں ۔ اس میں بھی ان کے لئے فتنہ ہے ۔ مومنین کے لئے جو رزق اللہ تعالیٰ نے تیار

کیا ہے وہ بدرجہا بہتر اور باقی رہنے والا ہے —— اور اپنے اہل و عیال کو یاد الٰہی کی رغبت دلائیں اور ان کے رزق کی فکر نہ کریں، اس کے ہم ضامن ہیں۔ بالآخر فتح تقویٰ کی ہوگی۔ جس کے آپ حامل ہیں"۔

مولانا احمد سعید دہلویؒ فرماتے ہیں:۔

"یعنی منکرین کے مختلف طبقات کو جو ہم نے آزمانے کے لئے رونق اور عیش کے سامان دے رکھے ہیں ان پر نظر نہ دوڑایئے اور رونق کی تمنا کرنا اور للچائی ہوئی نظر نہ ڈالو۔ اور جو کچھ پروردگار نے دے رکھا ہے یا جو آخرت میں عطا ہونے والا ہے وہ آپ کے پروردگار کا عطیہ بدرجہا بہتر اور باقی رہنے والا ہے یعنی دائمی رونق اور عیش کے مقابلہ میں یہ سب کچھ بے حیثیت ہے اور نگاہ اٹھا کر دیکھنے کے قابل نہیں ہے —— یہ اپنے پیغمبر کو فرمایا دوسروں کے سنانے کو، ورنہ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے کبھی کفار کے سامنے آرائش کو نگاہ بھر کے نہیں دیکھا۔ یعنی جو بات زیادہ اہم اور قابل توجہ ہے وہ تو نماز ہے۔ اپنے متعلقین سے بھی پڑھوایئے اور خود بھی پابند رہیئے کیونکہ خود ایک کام کو کرنا اور زبان سے دوسروں کو سمجھانا زیادہ مفید اور ابلغ ہے ہم آپ سے روزی نہیں طلب کرتے جس طرح دنیا کے آقا غلاموں کو روزی کمانے پر مجبور کرتے ہیں۔ وہ آقا اور مالک روزی خود ہر ایک کو دیتا ہے وہ تو عبادت چاہتا ہے اور تمام مخلوق کو وہ خود روزی دیتا ہے، اور انجام کار تقویٰ اور پرہیزگاری ہی کا بھلا ہے۔ اس لئے کافروں کی رونق پر توجہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت شاہ صاحب (شاہ عبدالقادر دہلوی قدس سرہٗ) فرماتے ہیں اور خاوند غلام سے روزی کمواتے ہیں۔ وہ خاوند بندگی چاہتا ہے روزی آپ دیتا ہے"۔

(کشف الرحمٰن صـ۵۱۲)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں:۔

"دنیا میں قسم قسم کے کافروں مثلاً یہود، نصاریٰ، مجوس، مشرکین وغیرہ کو ہم نے عیش و تنعم کے جو سامان دیئے ہیں ان کی طرف آپ کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے (جیسے اب تک نہیں دیکھا) یہ محض چندروزہ بہار ہے۔ جس کے ذریعہ ہم ان کا امتحان کرتے ہیں کہ کون احسان مانتا ہے اور کون سرکشی کرتا ہے۔ جو عظیم الشان دولت حق تعالےٰ نے (اے پیغمبر!) آپ کے لئے مقدر کی ہے —— مثلاً قرآن کریم، منصبِ رسالت، فتوحاتِ عظیمہ، رفع ذکر اور آخرت کے اعلیٰ ترین مراتب اس کے سامنے اِن فانی اور حقیر سامانوں کی کیا حقیقت ہے؟ آپ کے حصّہ میں جو دولت آئی وہ ان کی دولتوں سے کہیں بہتر ہے اور بذاتِ خود یا اپنے اثر کے اعتبار سے ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ بہرحال آپ نہ ان کی تکذیب و اعراض سے مضطرب ہوں نہ ان کے ساز و سامان اور مال و دولت کی طرف نظر التفات اٹھائیں —— غرض ہماری نماز سے اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ البتہ ہمارا فائدہ ہے کہ نماز کی برکت سے بے غائلہ روزی ملتی ہے...... اسی لئے اگر فرض نماز اور کسب معاش میں تعارض ہو تو اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دیتا کہ کسب معاش کے مقابلہ میں نماز ترک کر دو نماز بہرحال ادا کرنی ہے، روزی پہنچانے والا وہ ہی خدا ہے جس کی نماز پڑھتے ہیں۔ الحاصل کسب معاش کے ان ذرائع کا اللہ تعالےٰ نے حکم نہیں دیا جو

ادائے فرائض عبودیت میں مخل و مزاحم ہوں۔ انسان کو چاہیئے کہ پرہیزگاری اختیار کرے انجام کار دیکھ لے گا کہ خدا کس طرح اس کی مدد کرتا ہے"۔

(تفسیر عثمانی صـ۴۱۶)

نتیجہ

آپ نے قرآنی آیات، ان کا ترجمہ اور اس سلسلہ میں حضرات علماء کرام کے ارشادات ملاحظہ فرمالئے۔ بات بالکل صاف اور دو ٹوک ہے کہ اللہ تعالےٰ نے بندے کو فرائض عبودیت کی ادائیگی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس کا کام بے نیاز رب کے دربار کی نیازمندی ہے ایسا رویّہ اختیار کرنا کہ انسان دنیا کا ہو کر رہ جائے حد درجہ کی رذالت اور بدبختی ہے۔ حضور علیہ السلام نے دنیا کو جیفہ (مردار) اور اس کے متلاشیوں کو کتّے سے تعبیر کیا ہے۔ حالانکہ انسان کو سبق یہ پڑھایا جا رہا ہے کہ نظر فریب تمدّن اور اس کی فریب کاریوں کے چکر میں پڑ کر اپنے آپ کو تباہی کے غار میں نہ گراؤ، ان چیزوں کی طرف نظر بھی اٹھا کر نہ دیکھے۔ رہ گیا تمہاری ضروریات کا مسئلہ تو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے وہ تمہارا رازق بھی ہے اور وہ تمہاری ضرورتوں سے غافل نہیں۔ وہ خود تمہیں نوازیگا۔ قرآن کریم کی ان ہدایات کی روشنی میں اپنے اعمال کا جائزہ لے کر سوچیں کہ ہم کس رُخ جا رہے ہیں —— آج نہ نماز ہے نہ روزہ نہ خدا خوفی ہے نہ عبادت و بندگی۔ بس ہر آدمی دنیا کے چکر میں ہے جو کسی طرح بھی شرف انسانیت سے میل نہیں کھاتا —— اللہ تعالےٰ اصلاح اعمال کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

بقیہ: مجلس ذکر

کیا —— حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے بیٹے کو جو بدر میں کفار کی صف میں شریک تھے اور انہوں نے مسلمان ہونے کے بعد والد بزرگوار سے کہا تھا کہ کہ آپ میری تلوار کی زد میں تھے لیکن میں نے باپ ہونے کا لحاظ کیا۔ فرمایا تم میری تلوار کی زد میں آجاتے تو بچ کر نہ جاتے۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی لڑائی کا قصہ مشہور ہے لیکن آپ جانتے ہیں کہ رومی بادشاہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امداد کی پیشکش کی تو انہوں نے کتنا سخت جواب دیا۔ کہ اگر تم سے مقابلہ ہُوا تو حضرت علیؓ کی قیادت میں پہلا مسلمان سپاہی مَیں ہوں گا۔

الغرض وہ آپس میں شیرو شکر اور رحمدل تھے۔ اب ہمارا معاملہ ایسا ہے کہ مسلمان مسلمان کے ہاتھوں بیزار، ایک دوسرے کی عزت و ناموس مال و دولت کسی چیز کا لحاظ نہیں اغوا، ڈکیتی، چوری کی وارداتیں ہوتی ہیں۔ کون کرتا ہے؟ سب مسلمان ہیں، مسلمان ملک مسلمان ملکوں سے لڑ رہے ہیں —— اب یہ طیارہ اغوا ہُوا یہاں کون مصیبت و آلام کا باعث ہے؟

اس مجلس کے بنیادی اسباق کی غرض سے مَیں عرض کروں گا اور حضرتؒ کے الفاظ میں:۔

"اللہ کو عبادت سے، رسولؐ کو اطاعت سے اور بندوں کو خدمت سے راضی کریں یہی اسلام ہے، یہی ایمان ہے، یہی قرآن کا خلاصہ ہے"۔

اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے نوازے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

خدام الدین لاہور کے سرکولیشن منیجر

احسان الواحد

نے دوبارہ کام شروع کر دیا ہے احباب ان سے بھرپور تعاون فرمائیں۔ (ادارہ)

مجلسِ ذکر

حضرت لاہوریؒ نے فرمایا

۳ر شوال ۱۳۷۴ھ، ۲۶ر مئی ۱۹۵۵ء

ذکرِ الٰہی کی خاصیّتیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

تربوز کی رنگت دلکش اور جاذب ہوتی ہے اس کا ذائقہ میٹھا اور اس کا شربت تشنگی کا دافع اور اس کا کھانا اشتہا انگیز ہے بعینہٖ ذکر الٰہی ہے ذکر خفی ہو یا جلی ذاکر ہر طرح سے اس سے مستفید ہوتا ہے ذاکر اس کی بدولت ماسوا اللہ سے کٹ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے متعلق ہو جاتا ہے۔

جب انسان دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے کٹ جائے تو اگر زمین کے اُوپر ہوگا خوش ہے نیچے ہوگا تو خوش، تکالیف آئیں گی بھی۔ تو اس پر اثر نہ ہوگا۔ تعلقات ہی تو کھینچتے ہیں جب ادھر کا ہوگیا تو اسے دنیا چھوڑنے میں دکھ نہیں ہوگا۔ راحت اور لذت اسی میں ہے کہ انسان دنیا سے کٹ جائے اور اللہ سے جُڑ جائے اس لذت کے مقابلہ میں دنیا کی سب لذتیں ہیچ ہیں، ذکر کی اہمیت یہ ہے اور ہماری حالت، یہ ہے کہ بعض احباب سے جب پوچھا جائے تو کہتے ہیں۔ ذکر کے لیے فرصت نہیں ملتی۔ معدودے چند ایسے بھی ہیں کہ دو ہزار دفعہ کرنے کو کہا جائے تو چار ہزار دفعہ کرتے ہیں۔ اسی طرح ذاکرین میں فرق مراتب ہو جاتا ہے۔

طالب کی دو چیزوں سے ترقی ہوتی ہے اپنی ریاضت اور شیخ کی توجہ جیسے پودے کو مالی پانی دیتا ہے اور زمین اس کی جڑوں کو کھینچ کر اپنی چھاتی کے اندر رکھتی ہے تو وہ بڑھتا ہے۔ مالی اس وقت تک پانی دیتا رہتا ہے جب تک کہ اس کی جڑیں خودبخود زمین سے خوراک جذب کرنے کے قابل نہ ہو جائیں۔ طالب کی ریاضت ایسی ہے جیسے زمین جڑ کو کھینچ کر اپنی چھاتی کے اندر رکھتی ہے اول تو شیخ کامل کا ملنا مشکل ہے۔ شیخ کی توجہ پانی کا کام دیتی ہے اگر مل جائے تو اس سے اخذ فیض کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

اخذ فیض کے لیے عقیدت، ادب، اور اطاعت کی ضرورت ہے۔ ظاہری علوم کے لیے ۵۰ فیصدی استاد کا ادب اور ۵۰ فیصدی طالب علم کی محنت ہو تو ترقی ہوتی ہے۔ فیض باطنی کے لیے سو فیصدی ادب کی ضرورت ہوتی ہے۔

دنیا ایک گورکھ دھندا ہے۔ یہاں کئی لذات ہیں۔ اولاد، بیوی، مال، سب پیاری ہیں۔ حقیقی لذت وہ پائے گا جو ان سب سے کٹ جائے گا تو بارگاہِ الٰہی میں سالم دل لے کر حاضر ہوگا۔ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ۔ کسی عارف نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے۔

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جُو
گرچہ غرق بدریا است خشک پر برخاست

سمندر کے سفر میں یہ نظارہ دیکھنے میں آتا ہے پرندہ سطح آب پر بیٹھا ہوتا ہے۔ موجیں ٹھاٹھیں مارتی ہوئی آتی ہیں اور اس کے اُوپر سے گذر جاتی ہیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غرق ہوگیا۔ جب موجیں ختم ہو جاتی ہیں تو وہ چپکے سے اُڑ جاتا ہے گویا موجوں کا اس پر کوئی اثر نہیں ہُوا مسلمان کو اس طرح دنیا میں رہنا چاہیئے۔ بظاہر سب سے ملے۔ لیکن دل فقط اللہ ہی سے لگائے۔

ذکر الٰہی سے انسان فرشتوں سے آگے بڑھ جاتا ہے۔ فرشتے بھی ذکر الٰہی کرتے

ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسانوں کو بھی فرشتوں کی طرح اولیاء اللہ پیدا کر سکتا تھا مگر انسان کے لیے دنیا امتحان گاہ ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔

بیشمار برکتیں ہیں۔

ان میں سے ایک بہت بڑی برکت یہ ہے کہ انسان ماسوا اللہ سے کٹ جاتا ہے پھر دل چاہتا ہے کہ تنہائی میں بیٹھ کر خدا کی یاد کریں اور ہمارے پاس کوئی نہ آئے اگر آئے تو جلدی اُٹھ جائے کوئی آئے تو دل گھبرائے جتنا دل گھبرائے گا اتنا درجہ بلند ہوگا پھر دنیا کے طالبوں سے دل گھبراتا ہے یہ ماسوا اللہ سے کٹ جانے کی علامت ہے ایسے شخص کو مرد ہو یا عورت زیب و زینت پسند نہیں آتی ؂

زیب و زینت بس ہمینم نام من زیب النسار

اس کو ذرا بدل لیا جائے تو یوں ہوجائیگا۔

؏ زیب و زینت بس ہمینم نام من بندۂ خدا

اللہ کے سوا۔ ہمارا کوئی مونس و غمخوار نہیں ہے۔ ذکر الٰہی میں ہر وہ لذت آتی ہے کہ تاج شاہی سر پر رکھوا کر اور تخت شاہی پر بیٹھ کر بادشاہوں کو نہیں آتی۔ قرآن کہتا ہے: زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ الآیۃ۔ پہلے بیوی کا ذکر فرمایا۔ بیوی آئی تو دین گیا۔ اب ماسوا اللہ سے کٹ کر دنیا میں رہنے والوں کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

حضرت مرشدنا حافظ محمد صدیق صاحبؒ کے ہاں ایک بزرگ آیا کرتے تھے۔ جن کا اسم گرامی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب تھا۔ اولیاء کرام میں سے تھے۔ جب صاحبزادہ صاحب کے انتقال کی ان کو اطلاع دی گئی تو فرمایا کہ مجھے کیا کہتے ہو اُٹھا کر گڑھے میں ڈال آؤ۔ یہ ہے قلب سلیم۔ مال اور اولاد کام نہیں آئیں گے۔ نفع وہ پائے جو سالم دل لائے گا یہی وجہ ہے کہ اللہ کا نام لینے کی ضرورت ہے۔

دوسرے ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ بیٹا بیمار تھا۔ رات بھر سرہانے بیٹھے اللہ اللہ کرتے رہے۔ جب انتقال ہو گیا تو پھر چادر ڈال دی جو پوچھنے آتا اس سے فرما دیتے آرام آگیا ہے صبح کی نماز سے فارغ ہوکر جماعت کو اطلاع دی اور کفن و دفن کی تیاری کے لیے حکم دیا۔

مریض کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک علاج دوسرا پرہیز۔ جہالت اور غفلت بہت مہلک بیماریاں ہیں خدا یاد نہ کیا تو مرنے کے بعد یہ بیماریاں ساتھ جائیں گی اور قبر کو جہنم کا گڑھا بنا دیں گی۔ حشر میں بھی تڑپائیں گی اور اس کے بعد جہنم رسید کرائیں گی۔ غفلت اور جہالت دق سے بھی زیادہ مہلک بیماریاں ہیں۔ دق کا مریض زندگی میں تڑپتا ہے۔ مرنے کے بعد سب تکالیف دُور ہو جاتی ہیں۔

اللہ کا ذکر علاج ہے مشتبہ اور حرام مال سے بچنا پرہیز ہے۔ حرام کھانے سے عبادت کی توفیق سلب ہوجاتی ہے حرام کی تمیز عام لوگوں کو نہیں ہے۔ حرام دو قسم کا ہے ظاہری اور باطنی۔ عوام تو فقط ظاہری حرام حلال کی تمیز کر سکتے ہیں۔ باطنی حرام کی تمیز خواص کو ہوتی ہے بکری حلال ہے لیکن چوری کی ہو تو حرام ہو جاتی ہے یہ باطنی حرام ہے خواص کو اس کی بھی تمیز ہوتی ہے۔ اور سنیئے۔ اگر ایک بازاری عورت کو کسی دوکاندار کو اپنی حرام کی کمائی کا پانچ روپے کا نوٹ دے کر کچھ سودا خرید لے اور اس کے بعد دوسرا گاہک دس روپے کا نوٹ دیکر کچھ سودا لے اگر باقی رستم میں اگر دوکاندار اس۔ کو بازاری عورت والا پانچ روپے کا نوٹ دے دے تو خواص اس نوٹ کو دیکھ کر بتلادیں گے کہ یہ حرام کی کمائی ہے یہ دراصل تزکیہ نفس ہی کی برکت ہے۔ جسے تصوف کہا جاتا ہے۔

ہمارے خاندان قادریہ کے بزرگوں کے ہاں یہ دستور تھا کہ دنیا داروں کے نذرانے علیحدہ جمع رہتے تھے ان سے دنیا داروں کی ہی دعوت کا کھانا تیار ہوتا تھا۔ اللہ اللہ کرنے والی جماعت کو ان کے استعمال کی اجازت نہ تھی۔ اگر کسی فقیر نے کسی دنیا دار کو کسی چیز میں کھانڈ ڈال کر دی اور کچھ ہاتھ میں لگی رہی تو حکم تھا کہ ہاتھ کو چاٹا نہ جائے —— بلکہ دھو ڈالا جائے۔ جماعت کو نیک لوگوں کے نذرانے کھلائے جاتے تھے۔ پھر جماعت میں جو رنگ پیدا ہوتا تھا اس کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ حضرت حافظ محمد صدیق صاحبؒ کا نابینا خادم تھا۔ اس نے کسی سے کچھ روپے لینے تھے ایک بنیا شخص (باقی صفحہ پر)

کو ساتھ لے کر مقروض کے پاس گیا سارا
دن سفر کرکے شام کو اس کے ہاں پہنچے
اس گاؤں میں کسی کے ہاں شادی تھی
وہاں باجے کی آواز آنے لگی تو ساتھی
سے کہنے لگے کہ چلو یہاں سے نکل جائیں
اس نے جب کہا کہ سارا دن سفر کرکے
تھکے ماندے ہیں اب ذرا آرام کرلیں
تو جواب دیا کہ اگر کسی کو پتہ چل گیا کہ فلاں
بزرگ کا فلاں خادم اس گاؤں میں موجود
تھا جہاں باجے بج رہے تھے تو میرے
پیر کی بدنامی ہوگی یہ ہے تصوف۔ جو اس
کے منکر ہیں وہ بے سمجھ ہیں۔

حاصل یہ نکلا کہ اللہ کے پاک نام میں
بے شمار خاصیتیں ہیں ان میں سے ایک یہ
ہے کہ انسان ماسوا اللہ سے کٹ کر اللہ
سے جڑ جاتا ہے اس کے لیے علاج یہ ہے
کہ ذکر بکثرت کیا جائے اور پرہیز یہ ہے کہ
مشتبہ اور حرام سے بچا جائے۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

بقیہ : احادیث الرسول

لگا دیا - اور جب حضور علیہ السلام کا
مختصر دو نفری قافلہ مدینہ کے قریب
پہنچا تو یہ لوگ چشم براہ تھے ؎
طلع البدر علینا - من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا - ما دعا للہ داع
کے زمزموں سے مدینہ کا گرد و پیش
گونج اٹھا - پیغمبرانہ وقار اور استقامت
کے ساتھ حضور علیہ السلام کی سواری
چلی جا رہی تھی وہ حضرت ابو ایوب
انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان
پر جا کر رکی - حضور علیہ السلام
نے مدینہ طیبہ میں جانے کے بعد جو
بنیادی اور ابتدائی کام کئے ان میں
مہاجرین کی آبادکاری بنیادی طور پر
شامل تھی۔ اس کے لئے حضور علیہ السلام
نے جو اقدام کیا اس کی تاریخ عالم
میں مثال نہیں ملتی —— مواخاۃ
کی بنیاد پر ایک مہاجر اور ایک
انصاری کو بھائی بھائی بنا دیا —
انصار نے جس خلوص و مروت اور
شرافت کا مظاہرہ کیا اس کی نظیر
کسی نے کب دیکھی ہوگی؟ اپنے
مکان اپنی کھیتی باڑی سب کچھ بانٹ
کر مہاجر بھائیوں کو دے دی حتیٰ کہ
خود کھیتی باڑی کرکے اس کی پیداوار
نصفا نصفی اپنے بھائیوں کو دے دیتے
یہ الگ بات ہے کہ مہاجرین نے
بھی جواباً اسی قسم کے برتاؤ کا
مظاہرہ کیا لیکن انصار کو جس پیش قدمی
کی طرح ڈالی وہ اپنی مثال آپ ہے۔
حضور علیہ السلام نے اس
گروہ باصفا کے ساتھ محبت اور
بغض کو اپنے ساتھ محبت اور بغض
قرار دیا اور یہ اتنی بڑی سند ہے
کہ باید و شاید —— رضی اللہ
تعالیٰ عنہم -

بقیہ : اداریہ

مرزائی ۱۹۷۴ء کی متفقہ آئینی ترمیم
سے خار کھائے بیٹھا ہے ملک کے
اندر اور باہر اسے ختم کرنے کی
باتیں اور تدبیریں ہیں۔ حکومت نے
اس آئین کے تحفظ کی مقدس ذمہ داری
سر لی ہے اور اس سے آگے اللہ
تعالیٰ سے ایک عہد و پیمان کیا
ہے اس کا پاس و لحاظ ضروری
ہے۔ ربوہ سے مرزائیوں کی مکمل
فہرست حاصل کریں اور قوم
- - - - - - - - -
کو واضح طور پر بتائیں کہ یہ
کتنے ہیں؟ کیونکہ یہ اس عنوان
پر بھی دھوکہ دیتے ہیں۔
اس کے علاوہ بھی ۱۹۷۴ء
کی آئینی ترمیم کے تقاضوں کی فکر
کریں، ان کے افراد کو کلیدی
مناصب سے ہٹانا سب سے بڑی
ضرورت ہے۔ ایسا کر تو بچ جاؤگے
ورنہ ربِّ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی قسم آخرت تو تباہ ہوگی، دنیا
کا مسئلہ بھی حل نہ ہوگا —— اللہ
تعالیٰ اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق
دے - بحرمۃ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ

● —— حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے
ہیں کہ حدیث میں آیا ہے عنقریب میری
امت پر ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کا
نام سننا ان کے دیکھنے سے اچھا ہوگا۔ اور
ان کی ملاقات ان کے آزمانے سے بہتر
ہوگی کیونکہ اگر تم ان کو آزماؤگے تو ان کے
عمل کو اور ان کو برا جانوگے۔

● —— حضرت اصمعیؒ فرماتے ہیں۔ امراء
میں سے برے وہ ہیں جو عالموں سے
دور ہوں اور عالموں میں سے برے
وہ ہیں جو امراء کے قریب ہوں۔

یہ مضمون "ندائے حرم" میں جنوری ۱۹۴۳ء کو شائع
ہوا تھا - جو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے

اسلام اور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم

مشہور انگریز مصنف کارلائل کے خیالات

"عصرِ جدید کے متمدن انسان کے لیے یہ
بات بڑی شرمناک ہے کہ وہ اپنے کانوں
سے یہ سنے کہ اسلام ایک جھوٹا مذہب ہے
اور پیغمبر اسلام اپنے دعوے میں صادق نہ
تھے، اب وقت آگیا ہے کہ ہم اس قسم
کے باطل تصورات کے خلاف جہاد کریں
کیونکہ وہ عظیم الشان پیغمبرانہ ذمہ داری
جس کو آنحضرتؐ نے اپنے عمل سے پورا
کرکے دکھایا۔ آج بارہ سو سال سے ہم جیسے
کئی سو ملین انسانوں کے درمیان روشن چراغ
کی طرح منور ہے۔

نبوت کا وہ بلند عقیدہ جس پر کروڑوں
اور لاتعداد انسان پیدا ہوئے اور جس پر
بے شمار آدمیوں نے جان دی ہے میں
کسی طرح یہ باور نہیں کر سکتا کہ جھوٹ
اور فریب ہے۔ اگر مکر و فریب اور جھوٹ
خدا کی مخلوق میں اس طرح جاری و ساری
ہو جائے اور بیشمار انسان اس طرح اس کی
تصدیق پر کمر باندھ لیں تو پھر میں کہوں گا
کہ دنیا کے تمام انسان یا تو بے وقوف
ہیں یا بالکل پاگل اور یہ زندگی محض بیکار
ہے اور خالص گمراہی۔ ایسی زندگی سے
یہ بہتر تھا کہ انسان پیدا ہی نہ ہوتا۔
دوستو! کیا تم نے کبھی ایسے جھوٹے
انسان کو دیکھا ہے جس نے اس دنیا میں
ایک حیرت انگیز مذہب پھیلایا ہو۔ خدا
کی قسم ایک جھوٹا انسان تو اینٹوں کا
ایک مکان بھی نہیں بنا سکتا۔ اگر بنا
بھی لے تو وہ مکان بارہ صدی تک
اس طرح قائم نہیں رہ سکتا۔ جس میں
کروڑوں انسان زندگی بسر کرسکیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے، یہ
عجیب بات ہے انہوں نے کسی دوسرے
انسان کے نور سے کچھ اقتباس نہیں کیا
وہ دنیا کے دوسرے پیغمبر اور مصلحین سے
ہر ہر شے میں مشابہت نہیں رکھتے تھے۔
وہ زمانہ کی خطرناک تاریکی میں بمنزلہ چراغ
تھے جنہوں نے قلب صحرا میں تنہا زندگی
بسر کی اور اپنی فطرت اور اپنے عقائد
کے درمیان تنہا پرورش پائی۔

وہ ایک ایسے انسان تھے، جو
عظمت کی معراج پر صرف اپنی فطرت
سے پہنچے۔ نہ تو ان کو کسی درس گاہ
نے پڑھایا، نہ کسی استاد نے مہذب
بنایا۔ وہ ان سب چیزوں سے بے نیاز
تھے انہوں نے صحرا کی گہرائی میں اپنے
کام کو اپنی زندگی میں انجام دیا۔

چالیس سال کی عمر میں آپ کو آسمانی
پیغام پہنچا، جوانی رخصت ہوئی، بڑھاپا آ
موجود ہوا۔ دفعتہً آپؐ کے سینے میں وہ آتش
فشاں جوش مارنے لگا جس کا مقصود نہ
سلطنت تھی، نہ دولت، بلکہ ایک امر
عظیم و جلیل تھا۔

تعصب سے اندھے عیسائیوں اور ملحد
کافروں کا خیال ہے کہ اس کا تعلق ذاتی
شہرت سے تھا یہ بالکل غلط بات ہے۔
بلکہ اس عظیم و جلیل انسان کے دل میں
جو صحرا کا فرزند تھا اور جس کا دل رحمت و
شفقت سے بھرا ہوا تھا، دنیا کی حرص و
طمع کے علاوہ کوئی دوسری ہی فکر تھی،
وہ جان چکے تھے کہ جھگڑالو یونانی فرقوں
اوہام پرست یہودیوں اور بت پرست مشرکوں
کے فاسد نظام میں کچھ نہیں ہے۔

اسلام

اسلام کیا ہے؟ یہ کہ زندگی کے اقتدار
کے تمام شعبے خدا کو سونپ دیں اور اس
کی مکمل اطاعت کریں۔ جرمنی کے سب سے
بڑے شاعر گوئٹے نے جب اسلام کی یہ
تعریف سنی تو وہ پکار اٹھا کہ "کیا ہم
سب مسلمان نہیں ہیں" بے شبہ ہم سب
مسلمان ہیں کیونکہ ہر وہ شخص جو فضیلت مند

ہو نکو کار ہو خلق میں اعلیٰ ہو وہ مسلم ہے۔

اسلام اور تلوار

وہ لوگ بڑے ظالم ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے اگر یہ صحیح ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام تیغ زن سپاہیوں کے ذریعہ سے پھیلایا تو سوال یہ ہے کہ ان تیغ زن سپاہیوں کو کس تلوار نے مسلمان کیا میرے نزدیک تو اس میں بھی کوئی جرم نہیں کہ حق پھیلے خواہ تلوار سے، خواہ زبان سے، خواہ کسی دوسرے آلہ کے ذریعے سے، بہرحال حق کو پھیلنا چاہیئے۔

اسلام کا اثر

اگر ہم اس کا لحاظ رکھیں کہ اسلام کس طرح قلب میں جلد اثر کرتا ہے اور کس قدر سختی کے ساتھ نفوس میں موثر ہوتا ہے اور کتنا جلد خون کے ساتھ رگوں میں گھل مل جاتا ہے تو یقین کرنا پڑے گا کہ اسلام اس نصرانیت سے بہتر تھا جو اس زمانہ میں شام، یونان اور تمام اقطار میں پھیلی ہوئی تھی۔ وہ نصرانیت جو اپنے جھوٹے شور وغل سے درد سر پیدا کرتی تھی اور قلب کو اس مردہ چٹیل میدان بنا دیتی تھی۔

بلاشبہ وہ مذہب جس پر عرب ایمان لائے اور اپنے شعلہ فشاں قلوب میں اس کو جگہ دی یقیناً اس لائق ہے کہ اس کو حق تسلیم کیا جائے وہ قوانین جو اس دین نے پھیلائے ہیں وہ تو ایسی وحید شے ہیں جن پر انسان کا ایمان لانا ضروری ہے۔

اسلام دنیا کے تمام جھوٹے مذاہب پر نازل ہوا اور ان کو نگل گیا۔ ابھی وہ اچھی طرح نمایاں بھی نہ ہوا تھا کہ تمام وثنات عرب اور جدلیات نصاریٰ جل کر خاک کا ڈھیر ہو گئے گویا ہر باطل مذہب ایک سوکھی لکڑی تھا جس کو اسلام کی آگ کھا گئی۔ بس یہ تمام جھوٹے مذاہب ختم ہو گئے لیکن آگ ابھی تک اُسی آب وتاب کے ساتھ اپنی چمک دکھا رہی ہے۔

تم پیغمبر اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پر غور کرو تو یہ نظر آئے گا۔ گویا آسمان سے ایک چنگاری زمین پر آکر گری جس میں نہ کوئی خوبی تھی نہ کوئی شرف لیکن دفعتہً یہ ریت بھک سے اُڑ جانے والا بارود بن گیا۔ اب وہ مردہ ریت نہ رہا بلکہ دہکتا ہوا انگارا بن گیا جس کے شعلے غرناطہ سے دہلی تک نظر آنے لگے۔ (ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ (محمد صلعم))

بقیہ : خطاب

انہیں وقت ہی نہیں ملتا، تم میں بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے تقریبات کی دعوتوں میں حد سے زیادہ تکلف برتنا شروع کر دیا ہے۔ تم نے ایسے بگڑے ہوئے رسوم اختیار کر لئے ہیں جن سے دین کی اصلی صورت بگڑ گئی ہے۔

دیکھو! رہنے سہنے اور ہر معاملے میں اعتدال کا جادہ اختیار کرو۔ کم از کم تین وقتوں صبح و شام اور پچھلی رات کے ذکر کا خاص طور سے خیال رکھو، حقتعالیٰ کی یاد، اس کی تسبیح و تہلیل اور قرآن کی تلاوت کے ذریعے سے کرو، حدیث قرآن اور ذکر کے حلقوں میں حاضر ہوا کرو۔

(حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ)

مجالسِ ذکر کے پروگرام

۱۔ ہر جمعہ بعد نماز مغرب ——— مسجد شیریں جھنگ شہر

۲۔ ہر بدھ بعد نماز مغرب ——— مسجد چھپلانوالی کرشن پورہ راولپنڈی

۳۔ ہر اتوار بعد نماز مغرب ——— مسجد ایک مینار والی جامعہ صدیقیہ کوٹ عبدالمالک ضلع شیخوپورہ

۴۔ ہر جمعرات بعد نماز مغرب ——— جامع مسجد شیرانوالہ، لاہور

۵۔ ہر شمسی مہینہ کا پہلا اتوار بعد نماز مغرب ——— مسجد خضرا، سمن آباد، لاہور

۶۔ جامع مسجد شیرانوالہ لاہور میں ہر قمری مہینہ کی پہلی جمعرات کو مجلس ذکر کے بعد آیت کریمہ کا ورد ہوتا ہے۔

قسط نمبر ۲

تفہیم قرآن کیلئے چند اصول

اب اس کا صلہ اور مزدوری ہے وہ عارضی زندگی میں دنیاوی سہولتیں جن کو راشن الاؤنس تنخواہ کہا جاتا ہے ملے گی۔ اخروی زندگی میں جنت (پنشن)

سرکاری ملازم کا جتنا زیادہ عہدہ ہوتا جاتا ہے اس کی ہر چیز سرکاری اور مفت ہوتی جاتی ہے اس کی بیوی اور بچے سرکاری ملازم اس کے لیے کوٹھی باغیچہ، باورچی غرضیکہ ہر خرچ سرکاری ہوتا ہے اسی طرح مسلمان جتنا اونچے مقام پر فائز ہوتا جاتا ہے، اتنی ہی ہر چیز اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرماتا ہے سرکاری ملازمت پختہ اور دیرپا ہوتی ہے اور ہر شخص سرکاری ملازمت ہی تلاش کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں پنشن ملتی ہے اور آخری زندگی آرام و راحت سے گذرے گی۔

۷۔ انسان کو حقیقی موت نہیں صرف منتقل ہوتا ہے اور یہ موت اضافی ہے یعنی ہمارے کام کا نہیں سرکاری ملازم ریٹائر ہو کر زندگی گذارتا ہے کام نہیں کرتا سرکار سے پنشن یعنی خرچ ملتا رہتا ہے اب اگر یہ انسان سرکاری ملازمت پر اچھا عہدہ رکھتا تھا تو اس کی عزت ہوتی رہتی ہے۔ اسی واسطے ہمیں جنازہ پر یہ دعا پڑھنے کا حکم ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا...

پہلے پابند یعنی مردہ تھا۔ مردہ بدست زندہ وہ اب زندہ ہوا ہے یعنی آزاد ہوا ہے اور ہم سب بھی مردہ اور پابند ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی زندگی نصیب کرے آمین۔ اسی وجہ سے فرمان الٰہی ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہِ اموات، بل احیاء ولٰکن لا تشعرون (پارہ ۲ رکوع)

سو صدر، وزیر اعظم جب تک زندہ رہتا ہے ..... قانون تبدیل نہیں ہوتا ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں لہٰذا قیامت تک کے لیے یہی قرآن مجید قانون رہے گا۔ اس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔

۸۔ قرآن مجید میں پانچ علوم کا ذکر ہے، (۱) علم مناظرہ یعنی اس قرآن کی خوبیاں اور اس پر اعتراضات کا جواب دینا (۲) علم الاحکام۔ کسی قانون کی خوبیاں معلوم ہونے کے بعد مناظرہ اور بحث کرنے والا مان جائیگا تو اس کا سوال احکامات کے متعلق ہوگا۔ سو ان کو بیان کرنا۔ اس میں سارا دین آ جائے گا۔ (۳) علم تذکیر بآلاء اللہ (۴) علم تذکیر بایام اللہ (۵) علم تذکیر بما بعد الموت،

یہ تینوں یاد دہانیاں احکامات پر عمل کرانے کے لیے ہیں۔ پہلے نعمتیں یاد دلائی جائیں گی پھر ناشکری کرے گا اور مالک کے حکم نہیں مانے گا تو پہلے لوگوں کے واقعات سنا کر اس کو قائل کیا جائے گا اور اگر پھر بھی عمل نہ کرے تو موت کے بعد کا منظر اور واقعات سے تنبیہ کی جائے گی۔ پھر انسان ہر طرح سے تسلیم کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔

۹۔ مقصود احکامات کا بیان تھا۔ احکامات تین طرح کے ہیں۔ وہ حکم (۱) جو ہدایات کی وضاحت کرتا ہو وہ عمل کے قابل ہوتا ہے۔ (۲) حکم جو گمراہی کی وضاحت کرتا ہو۔ اس سے اجتناب اور پرہیز لازم ہے (۳) حکم جس میں اختلاف ہو اس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرو۔ یعنی اپنی رائے کو اس میں دخل نہ دو۔ بحث نہ کرو۔ کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ الامر ثلثۃ امر بین رشدہ فاتبعہ و امر بین غیہ فاجتنبہ و امر اختلف فیہ فکلہ الی اللہ۔ رواہ احمد

(۱۰) قرآن مجید پانچ طرح سے (یعنی پانچ علم ہیں) سے نازل ہوا (۱) حلال اس کو

حلال سمجھنا ہے اور حرام[۲] اس سے بچنا ہے اور محکم[۳] پر عمل کرنا ہے متشابہ صرف ایمان لانا ہے یعنی یہ ایسا ہی ہوا، جیسا بیان ہوا اور آئندہ ایسا ہی ہوگا اس میں تاویلات نہ کرے (۵) مثالیں، ان سے عبرت حاصل کرے۔

۱۱۔ مضامین بھی قرآن میں پانچ ہیں توحید[۱]، مجازات (جزاء وسزا)، رسالت[۳] بطور نمونہ، صحیح[۴] راستہ جس پر چلنا ہے ۵ غلط راستہ جس سے بچنا ہے۔ اصل مضمون توحید یعنی اللہ تعالیٰ کو اکیلا سمجھ کر اس کی تابعداری کرنا ہے۔

۱۲۔ ہر جماعت کا ایک منشور (دستور اور قانون) ہوتا ہے۔ لہٰذا امتِ مسلمہ کے لیے قرآن منشور بھی ہے ہمیں اس پر عمل کرکے کیا ملے گا۔ طریق کار یعنی دستور۔ پھر غلط راستہ اختیار کرنے پر سزا کا بھی ذکر ہے، اس کو قانون کہتے ہیں لہٰذا قرآن مجید کو پڑھ کر اور اس کی تشریح احادیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے حاصل کرکے کسی نہ کسی نقطہ پر عمل کرکے زندگی (ملازمت کا عرصہ) گذارنا چاہیئے۔

۱۳۔ "واؤ" قرآن مجید میں اکثر تفسیریہ ہوتی ہے پہلی بات میں اجمال ہوتا ہے، اس کی "واؤ" سے تفسیر اور وضاحت ہوتی ہے لہٰذا القرآن یفسر بعضہٗ بعضاً کے قاعدہ سے خود قرآن مجید کی تفسیر سے ہدایت حاصل کرے کسی کتب تفسیر کی انشاء اللہ ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی مثلاً قد جاءکم من اللہ نورٌ وّ کتٰبٌ مبین (پارہ ۶۔ رکوع ۷) واؤ نے نور کی تفسیر کی۔ یٰایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ اتقوا اللہ کی تفسیر وسیلہ سے کی اور وسیلہ کی تفسیر جاھدوا سے کی داد دیجیے اجر جزیل حاصل کریں۔

۱۴۔ قرآن ایک کتاب ہے کتاب میں کچھ باب ہوتے ہیں کچھ فصول پھر ہر باب کا عنوان اور خلاصہ ہوا کرتا ہے پھر جس آیت سے یہ عنوان و خلاصہ نکلتا ہے اس کو ماخذ کہا جاتا ہے لہٰذا ہر صورت کا خلاصہ اور عنوان ہوا اور پھر ہر رکوع کا بھی خلاصہ اس کے بعد اس کا ماخذ رکوع کا عنوان ہوگا اور خلاصہ باقی آیات کا ماقبل مابعد کے ساتھ ربط ہوگا اسی طرح ساری کتاب یعنی قرآن مجید مربوط ہوگا۔

الاستنباط الاحکام العامۃ بنصوص الخاصۃ

۱۵۔ خصوصی حکم اور واقعہ سے عمومی حکم نکالنا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن مجید کے نزول کا مقصد ہر قوم اور ہر زمانہ کے گمراہ لوگوں کی اصلاح کرنا ہے اور خدا تعالےٰ سے ٹوٹے ہوئے رشتہ کو جوڑنا ہے، نیز جس طرح مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے انصار و مہاجرین اور دوسرے ممالک کے لوگوں کے لیے قرآن مجید اس وقت مصلح تھا بالکل اسی طرح آج بھی ہر طبقہ ہر قسم کے لوگوں کے لیے پورا پورا مفید اور راہنما ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کو اس قرآن مجید سے قیامت تک آنے والوں کے لیے راہنمائی مقصود تھی لہٰذا اس کی حفاظت کا وعدہ ان الفاظ سے فرمایا: انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون (سورہ حجر ۹) ہم نے ہی یہ قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے چنانچہ اس کی حفاظت کے سامان ایسے فرمائے جن سے عقل محوِ حیرت ہے۔ بچوں بوڑھوں کے سینوں میں محفوظ کر دیا۔ اس کے حافظ کروڑوں کی تعداد میں ہیں۔

دوسری طرف مصلح اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یوں فرمایا وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً ٥ (سبا ۲۸) ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔ کافۃ سے مراد خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ ہی نہیں بلکہ قیامت تک آنے والے لوگ مراد ہیں لہٰذا یہ قرآن مجید مواد اور شان نزول کے اعتبار سے خاص ہے لیکن فقہی اصول کے تحت " اعتبار عام لفظوں کا ہوتا ہے نہ کہ خاص واقعہ کا۔ اس واقعہ کا ایک مفہوم لیا جائیگا جس کا مخاطب ہر زمانہ، ہر شخص اور ہر ملت و مذہب والا شخص ہو سکے اس کے سامعین اور قارئین ایسا محسوس کریں گے کہ منزل علینا الیوم من اللوح المحفوظ " گویا ہم پر لوح محفوظ سے آج ہی اتر رہا ہے اور ہم ہی اس کے مخاطب اول ہیں لہٰذا جہاں جہاں کوئی خاص واقعہ یا خاص حکم ہوگا اس کو عام کرکے اس کے موجودہ زمانہ کے

بھی جاری کیا جائے گا۔ مثلاً اس وقت قرآن مجید پڑھتے وقت یا پڑھاتے وقت اہل کتاب میں سے یہود و نصاریٰ نہیں ہوتے۔ تو کیا اہل الکتاب یا یھا الذین ھادو یا بنی اسرائیل وغیرہ خطاب منسوخ ہوگا۔ نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ موجودہ مخاطبین میں یہ باتیں اور یہ امراض تو نہیں پائی جاتیں اگر نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے ورنہ جس شخص کے اندر پائی جاتی ہوں تو اصلاح کرے اور اپنے آپ کو قرآن مجید کے مطابق بنالے تاکہ ما انا علیہ واصحابی " یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کی جماعت میں شامل ہو سکے اور نجات پاسکے۔

۱۶۔ الاعتبار والتاویل۔ یعنی میرے اور آپ کے لیے ان آیات میں کیا سبق ہے متقدمین کی کتب تفسیر دیکھئے بعض حضرات نے قرآن حکیم کی تفسیر میں سو سو جلدیں لکھ دی ہیں ظاہر ہے کہ سب کے سب قول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ بلکہ اپنی طرف سے قیاساً بیان فرماتے ہیں لہٰذا کسی آیت کی ایسی تفسیر کرنا جو سیاق و سباق (ماقبل بعد) کے مضمون کے مطابق ہو اور جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ کی عام ذہنیت اور اجماعِ امت کے موافق ہو درست ہے چنانچہ علامہ خازن نے تفسیر خازن کی جلد اول کے مقدمہ میں ص۵ پر فرمایا فاما التاویل وھو صرف الآیۃ علی طریق الاستنباط الی معنی یلیق بہا محتمل کما قبلہا وما بعدھا وغیر مخالف الکتاب والسنۃ فقد رخص فیہ اہل العلم فان الصحابۃ قد فسر القرآن واختلفوا فی تفسیرہ علی وجوہ ولیس کل ماقالوہ سمعوہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولکن قدر ما فہموا من القرآن تکلموا فی معانیہ ٥

ترجمہ : تاویل استنباط کے طریقہ سے آیات کو ایسے طریق کی طرف پھیرنا جو مناسب ہوں اور برمحل ہوں اور ماقبل مابعد اسی کو چاہتا ہو اور کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو۔ کیا یہ صحیح ہے ؟ اس سوال کا جواب خود ہی علامہ خازن (علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی الصوفی المعروف خازن) نے ان الفاظ سے دیا ہے کہ اہل علم نے اس بات کی اجازت دی ہے کیونکہ صحابہ کرام نے تفسیریں کیں اور اپنی اپنی تفسیر میں چند وجوہ سے اختلاف بھی کیا۔ حالانکہ سب تفسیریں جو انہوں نے کیں اور مطالب بیان کئے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیں تھیں بلکہ قرآن مجید سے جو کچھ انہوں نے سمجھا اپنے زمانہ کے لوگوں کے حالات دیکھ کر بیان کیا لہٰذا اگر حالاتِ حاضرہ کے مطابق قرآن مجید کو چند عنوان سے پیش کر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے قرون اولیٰ صحابہ کرام کے دین کے مطابق بیان کرلیا جائے اور پھر اسی کو اپنی حالت کو منطبق کریں۔ اس سے قرآن مجید کی شان اور دوبالا ہو جائے گی۔

تاویل اور تفسیر میں فرق یہ ہوگا کہ تفسیر نقل صحیح مسموع پر موقوف ہوگی۔ اور تاویل فہم صحیح پر۔ جیسے اوپر بیان ہوا کہ اہلِ کتاب سے مراد اس وقت اہل قرآن ہی ہوں گے جو کہ قرآن مجید کو اپنے لئے لائحہ عمل مانتے ہیں۔ ان کی خرابیاں دور کرے گا اس خدمت سے ہماری کتب متداولہ عموماً خالی ہیں۔ اس طریقہ سے قرآن کی تشریح اور عنوان و خلاصہ سے آپ میں ایک ملکہ اور قوت پیدا ہو جائے گی اور اپنی قوم کے ہر فرد کو سنا کر اور ملک کے ہر باشندے کو پڑھا کر ان کے حالات پر منطبق کریں گے اور ان کی معیشت پر تنقید و اصلاح کرسکیں گے اور ان کو ہدایت اور اصلی اسلام کی تعلیم دے سکیں گے۔ اختلاف کوئی برا نہیں مخالفت بری ہے۔ مخالفت میں ٹکراؤ ہوتا ہے۔ جس سے نقصان مقدم ہے اور فائدہ موخر ہے۔ چند مثالوں سے یہ چیز واضح ہو جائیگی۔

(۱) کامیابی کے موقع پر سورہ النصر — اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللہِ . . . . . اصلاح احوال عوام وخواص اس طرح سے ہوگی جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد ملے اور فتح کا مقصد حاصل ہو جائے اور لوگوں کو اپنا ہم خیال ہوتا دیکھیں یا مبارکیں دینے کے لیے اکٹھے ہوں تو ان کے سامنے اپنی شیخی اور اپنی خوبیاں بیان نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا تسبیح و تقدیس، استغفار اور کامیابی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرے اور اسی سے معافی مانگے کہ کوئی ایسا لفظ زبان سے نہ نکل جائے جس سے اس کی شان میں گستاخی ہو جائے اور حالات

پلٹہ کھا جائیں بلکہ ترقی درجات ہو۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بے جا خوشی اور خود ستائی سے دوسروں کو حسد کا موقع ملے گا اور شکوہ و شکایات پیدا ہوں گی۔ جس سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا۔

(۲) سورہ اللھب ہے بظاہر یہی ہے کہ ابولہب کے بارہ میں یہ نازل ہوئی حالانکہ اس سے ایک جامع اور عام فہم مفہوم جو ہر زمانہ کے لیے سبق آموز ہے نکلتا ہے اور یہ سورۃ ہر فرد، ہر خطہ زمین اور ہر زمانہ کے لیے فائدہ مند ہے۔

جو شخص بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور اس کی نشر و اشاعت میں رکاوٹ پیدا کرے اور دوسروں کو نفرت دلائے وہ ابولہب کی جماعت میں شامل ہو کر اسی سزا کا مستحق ہوگا۔

گو اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید کی ابتداء اور انتہا مکہ مکرمہ میں ہوئی اور مدینہ منورہ میں تکمیل و تشریح ہوئی۔ (اللہ تعالیٰ ان دونوں کے فیوض و برکات سے ہر شخص کو نوازے۔ آمین) نیز اس وقت کے لوگوں کو مخاطب بنایا گیا اور ان کی اصلاح کی گئی لیکن یہ کتاب چونکہ آخری اور ابدی ہے اس لیے کہ قیامت تک کے آنے والوں کو مخاطب بنا کر اصلاح کی جائے گی۔

اس کی مثال ایسی سمجھئے کہ ایک امام کے پیچھے لاکھوں کا مجمع ہزاروں صفوں میں ہو ظاہر ہے کہ امام کی نقل و حرکت قرأت تکبیرات انتقال کو زیادہ سے زیادہ چند صفیں ہی سن سکتی ہیں۔ مکبروں کی آوازوں پر لوگ نقل و حرکت کریں گے مگر سب کو امام کا متبع اور مقتدی کہا جاتے گا اسی طرح ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع اور مقتدی ہیں اور انہیں کی آوازیں سن رہے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور تابعین تبع تابعین نے اپنی ہستی مٹا کر دی تھی جیسے لاؤڈ سپیکر اپنی ہستی فنا کرکے امام کی آواز کو آگے بڑھاتا ہے اسی طرح ہم بھی اپنی مرضی اور خواہش کو دخل نہ دیں تو قرآن مجید اسی طرح قیامت تک آنے والوں کے لیے راہنما اور ہادی ہے۔

۱۷۔ اس موجودہ قرآن مجید میں کوئی آیت منسوخ نہیں (جس کا حکم کسی طرح سے باقی نہ ہو) اگر یہ بات مان لی جائے تو سارا قرآن ہی ناقابل عمل ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک خاص گروہ ایسا ہے اور اس کا خیال ہے کہ دس پارے ان تیس پاروں کے لیے ناسخ ہیں جب یہ دس پارے آئیں گے تو ان پر عمل ہوگا۔ یہ خیال درست نہیں۔

نسخ آیات کا مسئلہ بڑا مشکل ہے نیز یہ اختلاف نسخ کی تعریف سے پیدا ہوا ہے۔ متقدمین اور متاخرین کی اصطلاحات مختلف ہیں۔

متقدمین کے نزدیک نسخ کی تعریف۔

تغیر آیة بآیة اخری سواء کان بتقیید مطلق او تخصیص عام او انتهاء مدة عمل او تغییر رسم ثابتة او شریعة سابقة یعنی نسخ ایک آیت کا دوسری آیت سے تبدیل کرنا خواہ وہ غیر مفید کو مفید کرنے یا عام کو خاص کرنے یا عمل کی مدت کو ختم کرنے یا طریقہ مقررہ یا پہلی شریعت کے ختم کرنے سے ہو۔

چونکہ یہ تعریف عام اور وسیع تھی اس لیے آیاتِ منسوخہ کی تعداد پانچ سو تک مانی گئی۔

متاخرین کی تعریف

رفع الحکم مطلقا بالقراۃ او بدون القراۃ یعنی ترک الحکم کلیة۔ حکم کا ختم کرنا قرأت سے یا بلا قرأت یعنی حکم کا ختم کرنا کلیہ طریقہ سے۔ اس تعریف سے بہت ہی کم آیات منسوخ ہوں گی۔

نیز عام مفسرین کی عادت مبارک ہے کہ جہاں دو آیتوں میں تعارض معلوم ہوا اور زمانہ نزول بھی معلوم ہوا تو ایک کو ناسخ دوسری کو منسوخ قرار دے دیا اصولیین کے ہاں ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ "احکام اعمال کے لیے ہوتے ہیں اہمال کے لیے نہیں"۔ یعنی حکم عمل کے لیے ہوا کرتے ہیں مہمل چھوڑنے کے لیے نہیں ہوتے۔ لہذا قرآن مجید میں جتنے بھی حکم ہیں وہ عمل کے لیے ہیں خواہ وہ فرض، واجب، سنت، مستحب، جائز ہوں۔ (باقی آئندہ)

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے فوجی اور بین الاقوامی فیصلے

تحریر
ڈاکٹر حافظ عبدالرحمٰن نقشبندی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری حج ہی میں یہ فرما دیا تھا کہ "شاید اس سال کے بعد میں اس مقام پر پھر کبھی تم سے ملاقات نہ کر سکوں لہٰذا میری ہر بات کو غور سے سنو۔" (طبری القاہرہ، مطبعۃ الحسینیہ المصریہ حجۃ الوداع جلد ۳ صـ۱۶۸)

حج سے واپسی پر آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے بیٹے اسامہ بن زید کو مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ فلسطین تخوم البلقاء اور داروم پر یورش کے لیے تیار فرمایا۔ (طبری القاہرہ، مطبعۃ الحسینیہ المصریہ حج الوداع جلد ۳ صـ۱۸۸) لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا لیکن آپؐ نے فرمایا کہ اسامہ اس امارت کے اہل ہیں، اور اگر تم نے ان کے متعلق یہ کہا تو اس سے قبل تم ان کے باپ کے متعلق بھی اس قسم کی باتیں کہہ چکے ہو۔ حالانکہ ان کے باپ بھی امارت کے اہل ہیں (طبری القاہرہ مطبعۃ الحسینیہ المصریہ حج الوداع جلد ۳ صـ۱۸۸)

اس مہم کی روانگی شمال میں بازنطینی سلطنت کے خلاف تھی۔ اس اثنا میں جنوبی عرب میں اسود عنسی نبوت کا دعوے کرکے علم بغاوت بلند کر چکا تھا اور پچیس دن کے اندر اندر پورے یمن پر قبضہ کر چکا تھا۔ اور آپ کے عاملوں کو وہاں سے نکال چکا تھا۔ بنی اسود میں طلیحہ اسدی اور یمامہ میں مسیلمہ کذاب بھی نبوت کا دعوےٰ کرکے اعلان بغاوت کر چکے تھے ان حالات کی اطلاع آپؐ کو دی جاتی ہے تو آپؐ قاصدوں کے ذریعے مسلمانوں کو جمع ہونے کا حکم دے کر ان کی سرکوبی کے انتظامات فرماتے ہیں اس دوران میں آپ بیمار ہوتے ہیں اور اپنی وفات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جس کو صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سمجھ کر رونے لگتے ہیں۔ (طبری القاہرہ طبعۃ الحسینیہ المصریہ، حجۃ الوداع جلد ۲ صـ۲۹۲-۲۱۴)

ان حالات میں بھی آپ جیش اسامہ کی روانگی پر اصرار فرماتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ :۔

الف : آپ کو اپنی وفات کا پختہ یقین ہو چکا تھا۔

ب : داخلی اور خارجی بغاوتوں کا بھی آپ کو بخوبی علم تھا۔

ج : اور آپ یہ بھی جانتے تھے کہ ان بغاوتوں کی پشت پر کیا عوامل اور کون سی طاقتیں کار فرما ہیں۔

د : ان حالات میں آپؐ مدینہ کی ریاست کا ہر ممکن طریقے سے دفاع چاہتے تھے

ہ : یہی وجہ تھی کہ آپ کے آخری الفاظ یہ تھے کہ جزیرہ العرب میں دو دین نہیں رہ سکتے (ترمذی باب اخراج الیہود والنصاریٰ جلد ۱ صـ۱۹۴، طبری مطبوعہ القاہرہ صـ۱۱۴)

ان الفاظ سے آپؐ نے یہ بھی واضح کیا کہ آپ کی وفات پر یہود و نصاریٰ خاموش نہیں رہیں گے (طبری مطبوعہ القاہرہ جلد ۳ صـ۲۱۲) بلکہ یہ لوگ بھی ساسانیوں اور بازنطینیوں کے آلہ کار ہوں گے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا تو میرے باپ پر ایسے مسائل ٹوٹ پڑے کہ اگر بڑے بڑے مضبوط پہاڑوں پر بھی نازل ہوتے تو ان کو ریزہ ریزہ کر دیتے۔ ایک طرف مدینہ میں نفاق گھسا ہوا تھا اور دوسری

جانب بہت سے عرب مرتد ہو گئے تھے۔ (فتوح البلدان مطبوعہ القاہرہ ص۱۱۴)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم مسلمانوں کو ایسے حالات سے سابقہ پڑا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ابوبکر رضی اللہ عنہ، عطا کر کے احسان نہ کرتے تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ (فتوح البلدان مطبوعہ القاہرہ ص۱۱۳)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حالات کے رونما ہونے کا پختہ یقین تھا تو اب یہ ناممکن تھا کہ آپ کے مقابلے کا انتظام نہ فرماتے لہٰذا یہ انتظامات (الف) شمال میں بازنطینیوں کے خلاف جیش اسامہ کی روانگی (ب) اور جنوب میں قاصدوں کے ذریعے وہ کامیاب کارروائیاں تھیں جن کی اطلاع آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پہلی خوشخبری کی صورت میں پہنچی (طبری مطبوعہ القاہرہ جلد ۳ ص۲۱۵-۲۲۰) نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی دے دی تھی (روم مطبوعہ القاہرہ جلد ۱ ص۲۳۸)

ان اقدامات کا حاصل یہ تھا کہ دشمنان اسلام کو ان کے گھروں اور ان کے علاقوں میں شکست دی جائے اور مدینہ کا دفاع وہاں جاکر کیا جائے یہی آپ کا ہمیشہ کا دستور العمل تھا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیشہ دشمن کا مقابلہ ان کے علاقہ میں جاکر کیا کرتے اور ان کو مدینہ پر حملہ کرنے کا موقع کبھی نہ دیتے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر بھی یہی ہوا کہ جب آپ کے پاس رومیوں کے مدینہ پر حملہ کی تیاریوں کی اطلاع پہنچی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) بنفس نفیس تبوک تک ان کے مقابلے کے لیے تشریف لے گئے۔

ان مضمرات کو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہی جانتے تھے۔ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ ان سے بے خبر رہے کہ آپ کی وفات ہوئی ہے تو صحابہ رضؓ کے سامنے خلیفہ رسولؐ کے انتخاب کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ پہلے اندرونی خلفشار کو رفع کیا جائے نبوت کے جھوٹے دعویداروں کا صفایا کیا جائے، باغیوں مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کی سرکوبی کی جائے یا بیرونی خطرہ کا مقابلہ کیا جائے۔ صحابہ اس پر متفق تھے کہ ان شورشوں کو جلد سے جلد رفع کیا جانا چاہیئے۔ لیکن پہلے کس کے خلاف قدم اٹھایا جائے۔ اس بات پر اتفاق نہ تھا۔ صحابہ رضؓ اس صورتحال سے بیحد گھبرائے ہوئے تھے اور متردد تھے لیکن حضرت صدیق اکبرؓ عزم و ہمت کے پہاڑ تھے ان کے عزم و استقلال میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا تھا۔ نہایت اولوالعزمی اور جوانمردی سے وفاتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دوسرے دن منادی کراتے ہیں کہ اسامہ کی مہم پایۂ تکمیل کو پہنچے اور ان کے فوج کے جس قدر افراد مدینہ میں ہوں وہ سب کے سب مقام جرف پر جمع ہو جائیں قطعاً تاخیر یا تردّد نہ کریں۔ (طبری مطبوعہ القاہرہ جلد ۲ ص۲۱۱) اس علان کے بعد صحابہ رضؓ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پاس دوڑے ہوئے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لے دے کے اب یہی مسلمان ہیں جو آپ رضؓ کے سامنے ہیں، اور عرب کا کیا حال ہے وہ آپ بخوبی جانتے ہیں اور دشمن اس تاک میں ہے کہ کب مدینہ پر حملہ کرکے اسلامی ریاست کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں لہٰذا اس نازک موقعہ پر یہ مناسب نہیں کہ مسلمانوں کی اس جماعت کو رومیوں کے مقابلہ پر روانہ کرکے مدینہ کو خالی چھوڑ دیں۔ (طبری مطبوعہ القاہرہ جلد ۳ ص۲۱۲) لیکن صدیق اکبرؓ کی نظر کہیں اور تھی۔ صدیق رضؓ اصل دشمن سے اس کے گھر اور علاقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصولِ کار کے مطابق نبرد آزما ہونا چاہتے تھے اور اچھی طرح سے جانتے تھے کہ قبائل عرب درحقیقت ساسانی اور بازنطینی سلطنتوں کے آلہ کار ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے غلط پروپیگنڈہ کا رعب بیٹھا ہوا ہے اور ان کے دماغ پر دنیا کی ان عظیم طاقتوں کا خوف مسلط رہا۔ لہٰذا شکار کو چھوڑ کر شکار کے سایہ پر تیر چلانا دانشمندی نہیں اگر ہم نے ان عظیم طاقتوں کو ان کے گھروں اور علاقہ میں جاکر للکارا۔ ان کو وہاں جاکر شکست فاش دی اور یہود و نصاریٰ کے غلط اور جھوٹے پروپیگنڈے کا سدباب کر لیا۔ تو یہ قبائل عرب اس طرح سے اسلام کے جھنڈے تلے آجائیں گے جس طرح یہ قبائل فتح کے بعد خود بخود جوق در جوق وفود کی شکل میں مدینہ آکر اسلام قبول کیا تھا اور اپنے لیے امان کے طالب ہوئے تھے اور تصدیق نبوّت کرکے واپس ہوئے تھے۔ اس لیے قبائل عرب کے دماغ اور قلب سے ان عظیم طاقتوں کا خوف اور نکالنے سے قبل ان سے نبرد آزما ہونا مصلحت

اور دُور اندیشی کے خلاف ہے اور طاقت کا بے موقع ضیاع بھی ہے اور دشمن کو مزید تیاری کا موقع بھی فراہم کرنا ہے اور اس کے اپنے بنائے ہوئے خاکہ اور اس کے مقصد اصلی کو پورا کرنا ہے۔ دشمن ہمیں خانہ جنگی میں مبتلا کرکے اپنے بھائیوں کے ہاتھوں ہمیں تباہ کرنا چاہتا ہے، ریاست مدینہ کو ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کرنے پر تُلا ہُوا ہے چنانچہ اس کامل یقین، پختہ عزم اور استقلال کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، نے صحابہ رضؓ کو مخاطب کرکے فرمایا:-

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر مدینہ اس طرح خالی ہو جائے کہ میں اکیلا رہ جاؤں اور درندے اور کتّے مجھ کو کھا جائیں میں اس وقت بھی اسامہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فرمان کے مطابق اس مہم پر روانہ کرنے سے دریغ نہ کروں گا (تاریخ ابن عساکر جلد ۱ ص۱۱۷، طبری مطبوعہ لیدن ص۱۸۳۹) ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: لوجرت الکلاب بارجل ازدواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماردت جیشا وجھہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا حللت لواء عقدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تاریخ ابن عساکر جلد ۱، ص۱۱۷ مطبوعہ القاہرہ جلد ۳ ص۱۱۲)

ان تسمیہ الفاظ کے کہتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ان حالات میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حالات کی سنگینی اور انتشار کا پورا پورا اندازہ تھا ان کے پاس یمن، یمامہ اور بنی اسد کے علاقوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادے اور ان اشخاص کے نمائندے (جن کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسود عنسی، مسیلمہ اور طلیحہ اسدی کی مدافعت اور مقاومت کا حکم بھیجا تھا) واقعات اور خطوط لے کر مدینہ واپس آچکے تھے اور یہ سب خطوط انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کو دے دیئے تھے۔ نیز زبانی تمام حالات بھی بیان کرچکے تھے ان خطوط اور گفتگو کے جواب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صرف یہ فرماتے:

"ابھی ٹھہرو اور دیکھو تمہارے امراء اور عمائدین کے قاصد اِن خبروں سے بھی زیادہ پریشان کن حالات کی اطلاع لے کر آتے ہی ہونگے"

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ہُوا بھی یہی کہ تھوڑی مدّت میں بلا استثناء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ تمام امراء نے اپنے اپنے مستقر سے اطلاع دی کہ ہر جگہ فتنہ ارتداد عروج پر ہے بغاوتوں کا ہر طرف چرچا ہے۔ کوئی قبیلہ ایسا نہیں جو کل یا اس کے بعض افراد مُرتد ہو کر باغی نہ ہو گئے ہوں۔ مسلمانوں پر ہر طرح کی مصیبت اور پریشانی چھائی ہوئی ہے۔ (طبری القاہرہ مطبعۃ الحسینیہ المصریہ جلد ۳ ص۲۲۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ان حالات میں عزم کا پہاڑ ثابت ہُوئے ان کی پیشانی پر قطعاً پریشانی کے آثار نہ تھے بلکہ ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تکمیل تھی وہ اپنے عمل سے یہ ثابت کر دینا چاہتے تھے کہ لسانِ نبوّت کے مقابلہ میں اجماع کی کوئی حقیقت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ بسر و چشم تسلیم کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: ومایںطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ (قرآن سورہ النجم) ما آتاکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا (قرآن سورۃ الحشر آیت ۷)

رسولؐ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے اور نبی جو کچھ حکم دے کر اس کو سختی سے پکڑو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ، اپنے کامل یقین اور پختہ عزم اور استقلال سے جیش اسامہ کے مضمرات کو اخفا میں رکھ کر فیصلہ دیتے ہیں اور صحابہؓ کو ان الفاظ میں خبردار کرتے ہیں کہ ان کے پیش نظر صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیار کردہ خاکہ اور لائحہ عمل ہے۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغی خطوط کا جو کام شروع کیا تھا اس کو انجام دینا۔

(۲) قیصر و کسریٰ کے خفیہ سازشوں کو غیر موثر کرنا اور ان کے خفیہ عزائم کو ناکام بنانا۔ ان کی ہوسِ ملک گیری اور توسیع پسند عزائم کو خاک میں ملانا۔

(۳) اسلامی ریاست کی سرحدوں کا دفاع دشمن کے علاقہ میں جاکر موثر انداز میں کرنا۔

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

ہمارے دینی مدارس

مدرسہ عربیہ

قاسم العلوم فقیروالی

محمد امین نعیم

۳۷ برس سے علوم اسلامیہ کی ترویج میں مصروف ہے

گزشتہ ہفتے حضرت مولانا **فضل محمد** صاحب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی ضلع بہاولنگر انتقال فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی عظیم دینی یادگار مدرسہ قاسم العلوم کا ایک مختصر تعارفی مضمون پیش خدمت ہے — جو ۱۹ دسمبر ۱۹۸۱ء کے مشرق لاہور میں شائع ہوا۔ (ادارہ)

سابق ریاست بہاول پور میں فقیروالی ایک قصبہ معروف ہے جو کچھ عرصہ قبل محض چند جھونپڑیوں میں مشتمل آبادی کا نام تھا، اب ٹاؤن کمیٹی کی حیثیت اختیار کر چکا ہے ملک کے علمی اور دینی حلقوں میں اس قصبہ کو جو اہمیت حاصل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کی وہ دینی درس گاہ ہے جو دارالعلوم دیوبند کے بانی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے مدرسہ قاسم العلوم کے نام سے قریباً نصف صدی قبل قائم ہوئی تھی۔ دیوبندی اکابر و اساتذہ کے شیخ اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے نامور مجاہد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رح کے خلیفہ حاجی سید عبدالکریم بغدادی رح کے متعلق روایت ہے کہ مدرسہ کے قیام سے قبل اس علاقہ میں اپنی آمد کے موقع پر یہاں موجود ایک چھوٹی سی کچی مسجد میں جب کبھی نماز پڑھتے تو فرماتے کہ مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آتی ہے اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کی مشہور عالم تحریک ریشمی رومال اور آپ کے مشیر مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رح کے خادم اور عدالت عالیہ کے جج جناب عالم علی خاں صاحب آج سے ۲۷ برس قبل مدرسہ کی مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لائے تو فرمایا کہ میرے شیخ نے مجھے دارالعلوم دیوبند جانے کی طرف توجہ دلائی تھی افسوس کہ ایسا نہ ہو سکا، لیکن یہاں آکر یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا میں دارالعلوم دیوبند آگیا ہوں۔ نصف صدی قبل قائم ہونے والے اس مدرسہ کے بانی مولانا فضل محمد صاحب ہیں جو اصل میں ضلع جالندھر کے باسی ہیں آپ ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے دوسری درس گاہوں کے علاوہ تھانہ بھون میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی کافی عرصہ گزارا۔ ۱۳۵۳ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ دارالعلوم میں آپ کو شیخ العرب مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اور مولانا اعزاز علی صاحبؒ جیسے اکابر علماء و اساطین علم سے شرف تلمیذ حاصل رہا۔

دارالعلوم سے فراغت کے بعد آپ نے فقیروالی کے قریب چک نمبر ۱۱۰/۶ ر میں بحیثیت خطیب و امام قیام کیا۔ ۱۹۳۷ء میں اسی چک میں مدرسہ کی ابتداء کی گئی

مدرسہ میں زیر تعلیم طلباء کے تمام اخراجات مدرسہ کی انتظامیہ برداشت کرتی ہے

کچّی جھونپڑیوں سے وجود میں آنے والا

گاؤں علم و ادب کا گہوارہ بن گیا ہے

لیکن چھ ماہ بعد ہی مدرسہ فقیروالی میں منتقل ہوگیا اور علاقہ ہی نہیں بلکہ ملک کی معروف دینی درس گاہوں میں اس کا شمار ہونے لگا مدرسہ کے روز اوّل سے اب تک جید ترین اساتذہ تدریس کے فرائض انجام دیتے چلے آرہے ہیں اور قیام پاکستان سے قبل تو یہ حالت تھی کہ سالانہ امتحانات کے لیے ممتحن حضرات دارالعلوم دیوبند سے آتے۔ حساب کتاب کے آڈٹ کے لیے بھی وہاں سے شعبہ محاسبی کے نمائندے آتے اور یہ مدرسہ دارالعلوم کی ایک شاخ کے طور پر کام کرتا۔ تقسیم ملک کے بعد اس طرح کی صورت عملاً ممکن نہ رہی۔ تاہم مدرسہ کا اپنے مادر علمی سے تعلق قائم رہا۔ امسال دارالعلوم دیوبند کا جو صدسالہ اجلاس ہُوا اس میں وہاں کی انتظامیہ کی خصوصی دعوت پر نہ صرف بانیٔ مدرسہ شریک ہوئے بلکہ اور بھی بہت سے ممتاز اساتذہ اور معززین شہر نے شرکت کی جن میں مدرسہ کے ناظم مولانا محمد قاسم قاسمی بھی شریک ہیں۔

قیام مدرسہ سے اب تک مدرسہ سے ہزاروں طلباء قرآن وحدیث اور دوسرے دینی علوم سے بہرہ ور اور مستفید ہو کر نکلے جب کہ اس عرصہ میں ۵۰۰ طلباء نے پرائمری، ۲۲۵ نے مڈل، ۸۰ نے میٹرک، ۱۵ نے ایف۔ اے اور تین نے ایم اے کا امتحان دیا اور طلباء کی کثیر تعداد نے فاضل عربی اور فاضل فارسی کے امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔

اس وقت مدرسہ میں طلباء کی کل تعداد پانچ سو ہے جن میں سے اڑھائی سو وہ طلباء ہیں جو مستقل طور پر مدرسہ کے ہاسٹل میں مقیم ہیں اور ان کی جملہ ضروریات کا مدرسہ کفیل ہے تدریسی و انتظامی عملہ کی تعداد ۳۷ ہے اور سالانہ اخراجات ساڑھے چار لاکھ روپیہ کے لگ بھگ ہیں یہ اخراجات اہل خیر حضرات کے تعاون سے پُورے ہوتے ہیں۔ مدرسہ کی عمارات تقریباً ۲۴ کنال رقبہ پر پھیلی ہوئی ہیں جن میں مسجد، دارالقرآن، دارالحدیث، درس گاہیں لائبریری، دفتر، اہتمام مہمان خانہ اور طلباء کے لیے ہاسٹل، اور اساتذہ عملے کے لیے ۲۳ باپردہ مکانات شامل ہیں۔ مدرسہ میں ایک عظیم الشان اور شاندار لائبریری و کتب خانہ موجود ہے جس میں درسیات کے لیے دوسرے علوم و فنون پر ہزاروں کتابیں موجود ہیں ملک کے دور دراز حصّہ میں جہاں اب بھی زندگی کے وسائل پوری طرح دستیاب نہیں وہاں ایک ایسی لائبریری کا قیام بانی مدرسہ اور ان کے محنتی و انتھک کارکنوں کی عالی ظرفی اور بلند حوصلگی اور علم پروری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے لائبریری سائنس کے استاد جناب محمد زبیر نے اپنی معروف کتاب اسلامی کتب خانے میں اس مدرسہ کی لائبریری کا بڑے اچھے انداز سے ذکر کیا لطف یہ ہے کہ سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب کا ایک بڑا ضخیم نسخہ اور مختلف زبانوں میں انجیل کے بیس نسخے یہاں موجود ہیں اس کے علاوہ ہند و پاک کے وسیع علمی رسائل کی فائلیں بڑے اہتمام اور حفاظت سے رکھی جاتی ہیں ملک کے مختلف حصوں کے ریسرچ سکالر یہاں آکر اس وسیع لائبریری سے استفادہ کرتے ہیں۔

مختلف مواقع پر جو ملکی اور اصلاحی تحریکیں بپا ہوئیں ان میں مدرسہ کے طلباء اور اساتذہ نے بھرپور حصہ لیا اور یہ ایک ایسی بات ہے جو مدرسہ کو اپنے بزرگوں سے ورثہ میں ملی ہے۔ دیگر تحریکوں کے علاوہ بھٹو حکومت کے خلاف جو تحریک چلی اس میں مدرسہ کے اساتذہ و طلباء نے بھرپور حصّہ لیا۔ مدرسہ کے ناظم مولانا محمد قاسم قاسمی کو ہارون آباد ایک فوجی (باقی صفحہ ۳۶ پر)

دینی تعلیم میں مدرسہ قاسم العلوم مثالی درس گاہ ہے

محمد شفیع عمر الدین (میرپور خاص سندھ)

گناہوں سے توبہ کرنا اہم ترین فریضہ ہے

حضرت سیدنا و مرشدنا و مولنا محمد نقشبند ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ:
جب کہ عمرِ عزیز گناہوں میں صرف ہو گئی ہے اور گناہ حد سے بڑھے ہوئے ہیں اس لیے (بندہ) توبہ کا بیان سب باتوں سے اہم ترین جانتا ہے اور توبہ کا شغل عین فرض سمجھتا ہے...... اور گناہوں کی ساری شرمندگی کے باوجود اللہ تعالےٰ کے فضل کی اُمید رکھتا ہے۔ لہٰذا گناہوں سے باز آئیں، گناہوں کو چھوڑ دیں۔ اگر تم نے سو بار توبہ توڑ ڈالی ہے تو بھی اَب باز آ جائیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۰

(سورہ الزمر، آیت ۵۳)

ترجمہ: بے شک اللہ سب گناہ بخش دیگا۔
یہ آیت کریمہ اللہ تعالےٰ کے فضل کی برہان و دلیل ہے۔

حضرات جمہور علمائے کرام کے نزدیک توبہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے خوف سے گناہ ترک کردیں اور اپنے گناہوں پر ندامت کریں۔ اور دل و جان سے استغفار و تضرع کریں۔ اور جس طرح ممکن ہوسکے، گناہوں کا تدارک کریں۔ تدارک کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جو اعمال چھوٹ گئے ہوں ان کی قضا ان کو بجا لا کریں اور چھوڑے ہوئے حقوق العباد بھی بجا لائیں۔ اور ان کی آنات سے، ان کو بجا کر چھٹکارا حاصل کریں۔ جس قدر ندامت و شرمندگی زیادہ ہوگی۔ اور توبہ کا عزم زیادہ پختہ ہوگا۔ اسی قدر توبہ قبول ہونے کی زیادہ اُمید ہوگی۔
بعض حضرات اکابرؒ نے فرمایا ہے، کہ "توبہ" چھ باتوں کا مجموعہ ہے۔

۱۔ گذشتہ گناہوں پر ندامت و شرمندگی کا ہونا۔
۲۔ آئندہ ان کو چھوڑ دینے کا پختہ عزم کرنا۔
۳۔ ان فرضوں کا ادا کرنا جو چھوٹ گئے ہوں،
۴۔ ظلم کرنا چھوڑ دینا اور اس سے استغفار کرنا
۵۔ گوشت و پوست و خون جو حرام سے پیدا ہوتے ہوں ان کو (طاعات و عبادات) میں پگھلانا۔
۶۔ جس طرح بدن کو گناہوں کی حرص چکھائی ہے۔ اس طرح اسے طاعت کی تکلیفیں چکھانا۔

نیز اگر صاحبِ مال (جس کا حق واجب الادا ہو) اور قرضخواہ مرگئے ہوں اور ان کے وارثوں کو نہ پہنچاتا ہو (جن کو حق ادا کرسکے) تو پھر ان کے حق جتنا مال فقیروں اور مسکینوں کو خیرات کی نیت سے دے دیں۔ اگر ان کا کوئی وارث نہ ہو (تو بھی خیرات کردیں) اگر ان کے وارث مل جائیں تو اُن کو وہ مال ادا کردیں۔ اور بہر حال ہیں (مسلمان) حقدار کے لیے دعا و استغفار کرکے ان کی مدد کریں۔ یہ دعا کریں یا اللہ ہم کو اور ان کو بخش دے۔ اور دعا کو گناہوں کا کفارہ جانیں۔

اپنے فوت شدہ ماں باپ کی تقصیروں کی تلافی ان کے لیے دعا اور استغفار سے کریں، تاکہ حدیث کے مطابق دوستوں کے زمرے میں آ جائیں۔

یاد رہے کہ کفار پر کیے ہوئے مظالم کے تدارک کے لیے دعا و استغفار کرنا فائدہ مند نہیں ہے۔ یہ معاملہ بڑا مشکل ہے اور اس کی تلافی اپنے حق میں کمال استغفار سے ہوسکتی ہے مگر موت

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

تعارف وتبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کی دو جلدیں دفتر میں آنا ضروری ہے۔ (مدیر)

مولانا آزاد اور اُن کے ناقد

مرتبہ: ایم، اے شاہد
قیمت: ۲۰/۰ روپے
ملنے کا پتہ: ماڈرن پبلشرز صدر کراچی

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد قدس سرہٗ ایک عبقری اور نابغہ انسان تھے۔ علم و ادب، تقریر و تحریر، تفکّر و تدبّر، عبادت و بندگی اور خلق خدا کی مخلصانہ اور ٹھوس رہنمائی جیسی صفات ان میں بطریق اتم موجود تھیں، شپرہ چشموں کا ایک ٹولہ مولانا سے الرجک تھا۔ اور ہے، انہوں نے مولانا کی زندگی میں اور ان کے بعد مولانا کے متعلق بہت کچھ کہا اور لکھا لیکن مولانا نے زندگی میں کبھی کسی کو جواب نہیں دیا۔ موت کے بعد تو سوال ہی نہیں۔ زندگی میں لوگ مولانا کو کوستے تو وہ فرماتے کہ گالی سے عزت میں اضافہ نہیں ہوتا۔ قرآن کی روح میں ڈوب کر اس کی تفسیر کرنے والے اس عظیم المرتبت انسان کی عظمتِ کردار کو گہنانے کی غرض سے ایک ہندو مصنّف نے ایسی ایسی باتیں ان سے منسوب کیں جن کا حقائق سے دُور کا تعلق نہ تھا۔ خیر وہ ہندو تھا لیکن ہوا یہ کہ پاکستان کے بعض اخبارات و جرائد نے "اسلامی صحافت" کا علمبردار و منّاد ہونے کے باوصف قرآن و سنّت کی تمامتر ہدایات کو پسِ پشت ڈال کر ان باتوں پر گرہ لگائی۔ اور مولاناؒ کے خلاف بے سرو پا باتیں لکھیں۔ ایسا ہوتا تھا کہ یہاں بھونچال آ گیا۔ آزادؔ کے عقیدتمندوں کے ساتھ غیر جانبدار لوگوں کا ایک بڑا طبقہ جواباً میدان میں آیا اور اس سلسلہ میں بہت بڑا سرمایہ قوم کے ہاتھ لگا۔ یہ سرمایہ جو اِدھر اُدھر بکھرا ہوا تھا اسے جناب ایم، اے شاہد نے بڑے اہتمام سے جمع کیا ہے۔ تیس۳۰ کے قریب نامور اہلِ قلم کی مدلّل اور موثق تحریریں اس کتاب میں شامل ہیں۔ مولاناؒ کے بعض اپنے ارشادات ہیں۔ مولاناؒ کے عزیز دوست نواب صدر یار جنگ کے نبیرہ ڈاکٹر ریاض الرحمٰن شروانی شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے بعض خطوط ہیں، بعض قابل ذکر حضرات کے انٹرویو ہیں اور ہر چیز کا محور مولانا کی ذات، ان کی قومی خدمات اور ان کا عظیم کردار ہے (سوا ان کی اپنی تحریروں کے) اس طرح یہ ایک ایسا گلدستہ ہے جس میں قاری کو رنگا رنگ پھول نظر آئیں گے اور مولانا المحترم کی عظمت کردار کا پتہ چلے گا۔ مجاہدین آزادی سے نسبت رکھنے والے حضرات کے ساتھ دوسرے حضرات سے اس کتاب کے مطالعہ کی پُرزور سفارش ہے تاکہ ایک خادمِ دین و ملّت سے متعلق ذہنوں میں جو الجھاؤ ہیں وہ رفع ہوں اور صبح قیامت کی شرمندگی سے بچ جائیں۔

تاریخ میلاد

تالیف: مولانا حکیم عبدالشکور مرزاپوری قدس سرہٗ
قیمت: ۱۵/۰ روپے
ملنے کا پتہ: عمران اکیڈمی مسلم آباد، شالیمار ٹاؤن لاہور

مولانا حکیم عبدالشکور رحمہ اللہ تعالےٰ ایک محقّق انسان تھے۔ ان کے قلم کی کاٹ غضب کی تھی ایک ایک لفظ اس انداز سے سپردِ قلم

فرماتے کہ اس میں احتیاط، دیانت اور تقویٰ پوری طرح ملحوظ رہتا۔ آخرت کی مسئولیت کا بھرپور اہتمام ہوتا۔

زیر تبصرہ کتاب حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، نبی عالم، قائدِ انسانیت علیہ السلام کے ذکرِ ولادت کے سلسلہ میں ایک انتہائی معتدل اور متوازی کتاب ہے جس میں نفسِ ذکر کی برکات اس کے صحیح طریقے بیان کئے گئے ہیں اور اس نبی امّی علیہ السلام کے یوم ولادت کی آڑ میں ہونے والے خلاف کتاب و سنت امور کی واضح نشاندہی کر دی گئی ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر یا کھاتہ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینجر)

ہر انسان کو مرنا اور اللہ کے حضور حاضر ہونا ہے۔ مسلمان کے لئے صبح قیامت میں صرف کوثر کا پانی ہوگا۔ جس کے ساقی حضور علیہ السلام ہوں گے۔ لیکن آپ کے لائے ہوئے دین کو بدلنے والے محروم رہیں گے جیسا کہ خود سرورِ کائناتؐ نے ارشاد فرمایا اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ عقیدت و احترام میں بھی توازن و اعتدال کی اس روش کو اپنایا جائے جس کی تعلیم حضور علیہ السلام نے دی۔

کتاب ایک مثالی ہے۔ منکرات کی واضح نشاندہی اس میں ہے۔ ان کے موجدوں کا حسب نسب واضح کیا گیا ہے اور امت کو اپنے فرض کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ الحاد و بدعات کی گرم بازاری کے اس دور میں اس کتاب کا بکثرت پھیلانا ازبس ضروری ہے امید ہے کہ اہل خیر اس طرف توجہ کریں گے۔

ہم یہ خوبصورت کتاب چھاپنے پر عمران اکیڈمی کو مبارکباد دیتے ہیں۔

بقیہ: گناہوں سے توبہ

کے غرغرہ کے وقت کی ہوئی توبہ قبول نہیں ہوتی جیسا کہ ظاہراً قرآن مجید اور احادیث شریف میں ہے۔

بعض بزرگ حضرات فرماتے ہیں کہ بجز کفر کے باقی سب گناہوں سے توبہ کرنا غرغرہ کی حالت میں جائز ہے۔ یہ وقت کفر سے توبہ کا نہیں ہے (از مکتوب ۱۹ حصہ اول)

عاصی (گنہ گار) کو گناہوں کے تدارک کا فکر کرنا بہتر ہے اور اسے سحر کے وقت توبہ و گریہ کو اپنا رہبر بنانا چاہیئے۔
(از مکتوب۔ ۵۵۔ حصہ اول)

گنہگار کو فکرِ گناہِ اولیٰ اور گریۂ استغفارِ سحر درکار ہے (از مکتوب ۱۱۴۔ حصہ اول)

گنہگاروں کو اول گناہوں کا فکر کرنا چاہیے اور احوال آخرت اور اس کے عذاب اور ثواب کو یاد رکھنا چاہیئے اور سحر کے وقت استغفار کرنی چاہیئے۔ یہ سب سے بہتر ہے۔ (از مکتوب۔ ۳۵۔ حصہ دوم)

بقیہ: قاسم العلوم فقیر والی

گورنر کی آمد کے موقع پر اعلائے کلمۃ الحق کرنے کی وجہ سے دو ماہ کے لیے ڈسٹرکٹ جیل بہاول نگر میں ڈال دیا گیا۔

بانیٔ مدرسہ مولانا فضل محمد عمر کے تقریباً اسی سال پورے کر چکے ہیں۔ بڑھاپے اور بیماریوں کے باوجود موصوف نوجوانوں کی سی ہمت رکھتے ہیں۔ مولانا ہر طبقہ میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ علامہ اقبال مرحوم نے دارالعلوم دیوبند کو ایک ضرورت قرار دیا تھا اور حکیم احمد شجاع کی روایت کے مطابق انہوں نے مدارس پر اعتراض کرنے والوں کو روکا تھا اور کہا تھا کہ بھائی انہیں کچھ نہ کہو جو پرانی روایات کو سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔ بہرحال واقعہ یہ ہے کہ ان مدارس نے اندھیروں میں چراغ جلائے۔ قدیم علوم اور پرانی روایات کو سینے سے لگائے رکھا۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کی حفاظت کی عیسائی مشنریز اور دوسرے اسلام دشمن طبقات کے حملوں کی مدافعت کی اور جس طرح بھی ممکن ہوا دین کی اصلی شکل میں باقی رکھا۔ اور مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی اس سلسلہ کی ایک روشن مثال ہے۔

بقیہ: حضرت ابوبکرؓ کے فیصلے

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصول تھا۔ جس کی تعمیل فرض عین اور واجب تھی۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس پر نہایت کامیابی سے عمل فرمایا اور قیصر و کسریٰ کے دروازوں پر دستک دے کر للکارا۔

حضرت صدّیقِ اکبرؓ

قمر حجازی، اوکاڑہ

صحابہؓ میں ہے جن کی شان برتر
وُہ ہمرازِ نبیؐ ——— صدّیقِ اکبرؓ

قبولِ دین کی پائی سعادت　　جنہوں نے سب سے پہلے دی شہادت
ہے سر پر اوّلیں تاجِ خلافت　　پیمبرؐ نے جنہیں دی خود امامت
وفاداری ہے جن کی حرفِ آخر
وُہ ہمرازِ نبیؐ ——— صدّیقِ اکبرؓ

خدا جن کی رفاقت پر ہے نازاں　　ہمارے والدین اُن پر ہیں قرباں
وُہ "دو میں ایک" تھے کہتا ہے قرآں　　تھے جن کی گود میں وُہ ماہِ تاباںؐ
ہے جن کے ساتھ خود اللہ اکبر
وُہ ہمرازِ نبیؐ ——— صدّیقِ اکبرؓ

نبیؐ اک روز آئے اُن کے گھر پر　　کہا ہجرت کریں گے دونوں مل کر
جو پوچھا "کون چلتا ہے برابر"　　کہا اتنا کہ ہے جو "میرا رہبر"
ہیں جن کی نیکیاں تاروں سے بڑھ کر
وُہ ہمرازِ نبیؐ ——— صدّیقِ اکبرؓ

وُہ پاؤں سانپ نے جب کاٹ کھایا　　نہ کی جُنبش، نہ حضرتؐ کو جگایا
کھُلی جو آنکھ تو سب بھید پایا　　لُعاب حضرتؐ نے ایڑی پر لگایا
"نہ گھبراؤ" کہے جن کو پیمبرؐ
وُہ ہمرازِ نبیؐ ——— صدّیقِ اکبرؓ

ہے بیٹی اور بیٹا بھی صحابیؓ　　نواسا اور پوتا بھی صحابیؓ
ہے امّاں اور ابّا بھی صحابیؓ　　گھرانے کا گھرانہ ہی صحابیؓ
ہے بیٹی جن کی زوجۂ پیمبرؐ
وُہ ہمرازِ نبیؐ ——— صدّیقِ اکبرؓ

اُسامہؓ کا کیا لشکر روانہ　　ہُوا ثابت جو حق کا تازیانہ
شہادت دے رہا ہے یوں زمانہ　　نظامِ سلطنت تھا عادلانہ

نہ کوئی اعلیٰ و ادنےٰ نہ کمتر
وُہ ہمرازِ نبیؐ ——— صدّیقِ اکبرؓ

ہر اک چھوٹا بڑا افسر نمازی
مثالی عدل میں تھے ان کے قاضی
بنا ہے بیعتِ رضواں کا جو غازی
کہے قرآں "خدا اُن سے ہے راضی
کہے "صدّیق" جن کو خود پیمبرؐ
وُہ ہمرازِ نبیؐ ——— صدّیقِ اکبرؓ

"شجاع الناس" کہتے ہیں علیؓ بھی
رفیقِ خاص عثمانِ غنیؓ بھی
عزیزِ مصطفٰےؐ، یارِ نبیؐ بھی
نہ دامن اُن کا چھوڑیں ہم کبھی بھی
سرِ میدان کہتے ہیں یہ آ کر
وُہ ہمرازِ نبیؐ ——— صدّیقِ اکبرؓ

وُہ پہلو میں نبیؐ کے سو رہے ہیں
ہیں اب بھی ساتھ، اُن کے جو رہے ہیں
وہی ایمان اپنا کھو رہے ہیں
حقیقت کے جو منکر ہو رہے ہیں
فرشتے روز آئیں جن کے در پر
وُہ ہمرازِ نبیؐ ——— صدّیقِ اکبرؓ

عمرؓ کی جو طبیعت ہے جلالی
تو ہے صدّیقؓ کا چہرہ جمالی
صحابہؓ میں ہے اُن کی شان عالی
ہے دورِ سلطنت اُن کا مثالی
خلافت میں ہے جن کا پہلا نمبر
وُہ ہمرازِ نبیؐ ——— صدّیقِ اکبرؓ

نبیؐ کے خُلق کے وُہ عملی مظہر
صحابہؓ سب تھے آپس میں برادر
شرافت کے تھے چلتے پھرتے پیکر
"ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ
"چراغ و مسجد و محراب و منبر
وُہ ہمرازِ نبیؐ ——— صدّیقِ اکبرؓ

امیرِ حج بنے وُہ سب سے پہلے
وُہ روضہ میں بھی آئے سب سے پہلے
وہی ایمان لائے سب سے پہلے
وُہی جنّت میں جائیں سب سے پہلے
نبی کی تا ابد قربت میسّر
وُہ ہمرازِ نبیؐ ——— صدّیقِ اکبرؓ

یقیں صدّیقؓ پہ جس کا نہیں ہے
علاج اُس کا عذابِ آتشیں ہے
وُہ روضے میں محمدؐ کے مکیں ہے
قمرؔ اُن سے محبّت جزوِ دیں ہے
ترانے اُن کے ہم گائیں گے گھر گھر
وُہ ہمرازِ نبیؐ ——— صدّیقِ اکبرؓ